قرآن مجید مع انگریزی ترجمہ

نمونہ کا صفحہ

Chapter 12 Part 12

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ

YUSUF

(Revealed before Hijra)

1. In the name of Allah, the Gracious, the Merciful.

2. Alif Lām Rā*. These are verses of the clear Book.

3. We have revealed it—the Qur'ān in Arabic—that you may understand.

4. We narrate unto thee the most beautiful narration by revealing to thee this Qur'ān, though thou wast, before this, of those not possessed of *requisite* knowledge.

5. *Remember the time* when Joseph said to his father, 'O my father, I saw *in a dream* eleven stars and the sun and the moon, I saw them making obeisance to me.'

6. He said, 'O my darling son, relate not thy dream to thy brothers, lest they contrive a plot against thee; for Satan is to man an open enemy.

7. 'And thus *shall it be as thou hast seen*, thy Lord will choose thee and teach thee the interpretation of things and perfect His favour upon thee and upon the family of Jacob as He perfected it upon two of thy forefathers—Abraham and Isaac. Verily, thy Lord is All-Knowing, Wise.'

R. 2.

8. Surely, in Joseph and his brethren there are Signs for the inquirers.

9. When they said, 'Verily, Joseph and his brother are dearer to our father than we are, although we are a strong party. Surely, our father is in manifest error.

10. 'Kill Joseph or cast him out to some *distant* land, so that your father's favour may become exclusively yours and you can thereafter become a righteous people.'

* I am Allah Who is All-Seeing

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۱)

الۤرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (۲)

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۳)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ

اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

الْغٰفِلِيْنَ (۴)

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ

كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ (۵)

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا

لَكَ كَيْدًا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۶)

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ

الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ

كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ

اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۷)

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ (۸)

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ

نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ (۹)

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ

اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ (۱۰)

218

صفحات ۶۷۳ (جس میں ۳۶ صفحات انڈکس بھی شامل ہے)

قیمت ۶ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ الفرقان ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۲ شمارہ ۴	ماہنامہ الفرقان ربوہ ــــــ اپریل ۱۹۷۲ء ــــــ	ربیع الاول ۱۳۹۲ ہجری قمری شہادت ۱۳۵۱ ہجری شمسی

تبلیغی و تعلیمی مجلّہ

ماہنامہ

الفرقان

مارچ ۱۹۷۲ء

ــــــ مُدیر مسئول ــــــ

ابو العطاء جالندھری

پنجسالہ معاونین خاص

پاکستانی خریدار چالیس روپے یکمشت بھیج کر معاونین خاص میں شمولیت فرمائیں۔ پانچ سال تک رسالہ بھی ملے گا اور دُعا کے لئے تحریک ہوگی۔ بیرونی ممالک کے احباب پانچ سال کا چندہ بھجوا کر معاونِ خاص بن سکتے ہیں ــــــ (مینجر)

سالانہ اشتراک

پاکستان - - - سات روپے

بیرونی ممالک - بحری ڈاک ایک پاؤنڈ

〃 〃 ہوائی ڈاک دو پاؤنڈ

قیمت فی رسالہ : ستر پیسے

ترسیل زر بنام مینجر الفرقان ربوہ ہو

فہرست مضامین

● اسلامی حکومت اور مسلمان کی تعریف ایڈیٹر صلا

● شذرات 〃 صہ

● آں شہِ عالم کہ نامش مصطفیٰ (نظم) ــــــ
محترم جناب چودھری شبیر احمد صاحب بی۔اے صے

● مخزنِ دینِ حق (نظم) محترم جناب ثاقب صاحب زیروی لاہور صث

● حج بیت اللہ کے کوائف ــــــ
الحاج حضرت مرزا عبد الحق صاحب سرگودھا صہ

● حج کے موقعہ پر قبولیتِ دعا کا واقعہ ــــــ
حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب ص۱۹

● الفاظ میں حکمت اور سبق ــــــ
محترم حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر لائلپور ص۲۰

● حسنِ عمل (نظم) محترم جناب چودھری عبد السلام صاحب اختر
ایم۔اے ص۲۴

● جہاد ــــــ اس کی فضیلت اور اس کے احکام ــــــ
محترم شیخ مبارک احمد صاحب ص۲۵

● حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مجاہدانہ کارنامے ــــــ
محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد ص۴۲

● اشتہارات ص۴۵

اداریہ

اسلامی حکومت اور مسلمان کی تعریف

عیسائی فرقوں میں سخت جھگڑا ہے کہ مسیحی کون ہے؟ اس کا ابھی تک تصفیہ نہیں ہوا۔ مسیحی رسالہ اخوت لاہور کے فاضل ایڈیٹر لکھتے ہیں:-

"مسیحی مذہب کی عام ساخت کے وسیع اختلافات نے اس مسئلہ کو مبہم کر دیا ہے حتیٰ کہ ہر نیا فرقہ اس تعریف کو مشکل تر بنا دیتا ہے... ...مسیحی مذہب کے تمام پیرو ایک مشترکہ اور قبولِ عام بنیاد اور عقیدہ پر اتحاد کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔" (اپریل سنہ ۱۹۷۲ء)

مسلمانوں میں بھی متعدد فرقے ہیں۔ عام علماء نے اپنی نفسانی خواہش کی آڑ میں ہر دوسرے فرقہ کو غیر مسلمان اور ملت سے خارج قرار دیکر ظلم کیا ہے، حالانکہ اسلام ایسے کامل اور دینِ فطرت مذہب نے کسی امر کو مبہم نہیں رہنے دیا۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر معاملہ کی پوری وضاحت فرما دی ہے۔

قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ کے رُو سے حقیقی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے سارے حکموں کو ماننے والا اور کلیۃً اللہ تعالیٰ کے آگے گردن جھکا دینے والا ہے۔ اس امر کا فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے کہ ان معنوں میں حقیقی مسلمان کون ہے کیونکہ وہی دلوں اور نیتوں کو جاننے والا ہے۔

اس حقیقت کے باوجود اسلام نے کسی شخص کے مسلمان قرار دیئے جانے کے لئے ایک مشترکہ بنیاد بھی مقرر فرما دی ہے۔ اسی مشترکہ بنیاد پر عام انسان اور مسلم حکومتیں آئینی طور پر کسی کو مسلمان قرار دینے کی پابند ہیں۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"الاسلام فی الشرع علیٰ ضربین احدھما دون الایمان وھو اعتراف باللسان وبہٖ یحقن الدماء حصل معہ الاعتقاد اولم یحصل و ایّاہ قصد بقولہٖ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا والثانی فوق الایمان وھو ان یکون مع الاعتراف

اعتقادٌ بالقلب ووفاء بالفعل واستسلام للہ فی جمیع ما قضٰی وقدّر کما ذکر عن ابراھیم علیہ السلام فی قولہٖ اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وقولہٗ تعالیٰ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام وقولہٗ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا ای اجعلنی ممّن استسلم لربّ العٰلمین۔

(مفردات امام راغب ص۲۴۰)

یعنی اسلام دینِ محمدیؐ کی رُو سے دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک اسلام ایمان سے نیچے ہوتا ہے اور وہ زبان سے اعتراف کرنا اور کلمہ پڑھنا ہے جان کی حفاظت اتنے سے ہی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ اعتقاد کی صحت کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کی یہ جو آیت ہے کہ قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اس سے اسی طرح کے اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسرا اسلام وہ ہوتا ہے جو ایمان سے اُوپر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھنے کے علاوہ دل سے بھی اس کا اعتقاد ہو اور عملاً بھی ایسا شخص وفاداری کا اظہار کرے اور خدا تعالےٰ کی تمام قضاؤں کے سامنے اپنے آپکو جھکا دے۔ اسی قسم کے اسلام کی طرف حضرت ابراہیمؑ کے اُس ذکر میں اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے کہا کہ تُو اسلام لا۔ تو اُنہوں نے کہا مَیں ربّ العالمین خدا کے لئے ایمان لاتا ہوں۔ اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کہ دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس دعا میں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے کی کہ الٰہی مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدّث دہلوی احادیث نبویہ کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جعل الایمان علیٰ ضربین: احدھما الایمان الذی یدور علیہ احکام الدنیا من عصمة الدماء والاموال وضبطہ بامور ظاھرة فی الانقیاد ..... وثانیھما الایمان الذی یدور علیہ

احکام الأخرة من النجاة
والفوز بالدرجات وهو
متناول لكلّ اعتقادٍ حقّ
وعمل مرضي و ملكة
فاضلة وهو يزيد وينقص"
(حجة الله البالغه جلد ا صفحہ ۱۶۱
ابواب الایمان)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی دو قسمیں مقرر فرمائی ہیں (۱) ایک وہ ایمان ہے جس پر احکام دنیا یعنی جان و مال کی حفاظت کا دار و مدار ہے اس قسم ایمان کو حضورؐ نے ظاہری امور میں اطاعت سے وابستہ ٹھہرایا ہے (۲) ایمان کی دوسری قسم وہ ہے جس پر آخرت کے احکام جاری ہوتے ہیں یعنی وہ شخص جنتی قرار پاتا اور درجے پانے والا ٹھہرتا ہے یہ ایمان عقیدۂ صحیح، عمل پسندیدہ اور اعلیٰ قابلیت پر حاوی ہے یہ ایمان کم و بیش ہوتا رہتا ہے"

اسی شرعی تفصیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت امام غزالیؒ اپنی مشہور تصنیف احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا شخص بہر حال مسلمان قرار دیا جائے گا اور ائمہ اور حکام کو اسے مسلمان ہی قرار دینا چاہیئے کیونکہ :-

ان قلبه لا يطّلع عليه - وعلينا
ان نظن به انه ما قاله بلسانه
الا وهو منطو عليه فى قلبه" (احیاء العلوم جلد ا)

اس شخص کے دل کی حالت کا علم نہیں ہو سکتا اور ہمارا فرض ہے کہ اسکے متعلق یہی خیال رکھیں کہ جو کچھ اس نے زبان سے کہا ہے وہی اسکے دل میں ہے" لہٰذا اسے مسلمان سمجھا جائیگا۔

پس اسلام کی مشترک اساس کلمہ طیبہ لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھنا ہے۔ احکام کی ظاہری اطاعت اس کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا اسلامی حکومت کے آئین میں مسلمان کی یہی تعریف ہوگی کہ جو اپنے آپکو مسلمان کہتا ہے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ جناب مولانا محمد علی صاحب جوہر رئیس الاحرار نے خوب لکھا ہے کہ :-

"مرتد کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا۔ کسی دوسرے شخص یا جماعت کو یہ حق نہیں کہ کسی ایسے شخص کو وہ مرتد یا کافر قرار دے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ قرآن میں تو یہاں تک ہے کہ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا جو تم کو سلام کرے اُس سے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔

اگر قصور فہم و تاویلات بعیدہ کی بناء پر کفر و ارتداد کے فتوے نکلنے اور احکام جاری ہونے لگیں گے تو کوئی فرقہ بھی کفر و ارتداد کی زد سے نہیں بچ سکتا" (ہمدرد دہلی ۲۱ فروری ۱۹۲۵ء)

و آخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمین ✦

شذرات

۱۔ مسیح کی صلیبی موت اور عیسائی پادری

مسیحی رسالہ اخوت لاہور لکھتا ہے

" اکثر یہ اعتراض سننے میں آتا ہے کہ "جو کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہوا" پس صلیبی موت لعنتی موت کا نشان ہے اسلئے یسوع کی موت کفارہ نہیں ہو سکتی۔ مسیحیوں کا جواب یہ ہے کہ جس آیت کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق بنی آدم سے ہے یعنی آدم کی نسل سے جو کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہوا لیکن خداوند یسوع مسیح چونکہ عورت کی نسل ہے اسلئے اس آیت کا خداوند مسیح سے سروکار نہیں۔"

(اخوت اپریل ۱۹۷۲ء صفحہ ۵)

الفرقان۔ مسیحیوں کا یہ جواب تو تار عنکبوت سے بھی کمزور تر ہے اسلئے کہ اوّل تو خود "پولوس رسول" نے کاٹھ والی آیت کو مسیح پر چسپاں کیا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳/۱۳)

کیا آج کے پادری عاجز آکر اپنی الہامی کتاب کے صریح بیان کے خلاف لکھنا شروع کر دیں گے؟ دوم اصل عبارت میں لفظ "جو کوئی" عام ہے، بنی آدم اور بنی حوا سب پر حاوی ہے۔ سوم مسیح تو ساری عمر اپنے آپکو ابن آدم کہتے رہے اب پادری ان کے ابن آدم ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔ یا للعجب! - چہارم اگر مسیح "عورت کی نسل" ہے تو وہ عورت (مریمؑ) آگے پھر آدمزاد ہے۔ پس پادری صاحبان نے اپنی مخلصی کی جو راہ تجویز کی ہے وہ سراسر غلط ہے۔ صحیح راہ یہی ہے کہ مسیح کی موت صلیب پر واقع ہی نہیں ہوئی تھی اسلئے مسیح کے لعنتی بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ شیعوں کو "اقلیت" قرار دینے کا ریزولیوشن

گزشتہ دنوں جمعیت علماء اسلام کی خلافت راشدہ کانفرنس کا ملتان میں اجلاس ہوا۔ اس میں ریزولیوشن پاس ہوا کہ :۔

"خلافتِ راشدہ کانفرنس ملتان کا یہ عظیم اجلاس حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ جب شیعوں نے مسلمانوں

سے علیحدہ اوقاف اور علیحدہ نصاب تعلیم کا مطالبہ کر کے ملت سے علیحدگی کا ثبوت دیا ہے اور اس طرح عملاً یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ عامۃ المسلمین سے جُدا ایک **مستقل اقلیت** ہیں اور حکومت نے بھی ان کی اس علیحدگی کو تسلیم کر لیا ہے تو شیعوں کو ہر شعبہ میں علیحدہ کر دیا جائے آئین ساز اداروں اور ملازمتوں میں بھی ان کو تناسب آبادی کے لحاظ سے حصہ دیا جائے۔ آج سُنّی بے چارہ عموماً ادنیٰ ملازم ہے اور اکثر اعلیٰ اور با اختیار پوسٹوں پر شیعہ ہی نظر آتے ہیں سوادِ اعظم کا پُرزور مطالبہ ہے کہ حکومت اس علیحدگی پسند فرقہ کو ملازمتوں وغیرہ میں بھی علیحدہ کر دے۔ اور کلیدی اسامیوں اور اعلیٰ ملازمتوں میں ان کی تعداد کے تناسب سے حصہ دے۔"

(ترجمانِ اسلام لاہور ۳۱ مارچ ۱۹۷۲ء)

الفرقان - مولویوں کا یہ طریق ملکی استحکام اور قومی ترقی کے سراسر منافی ہے۔ پاکستان میں حکومت کی نگاہ میں ہر کلمہ گو مسلمان ہے شیعہ ہو یا سُنّی ہو یا اہلحدیث ہو یا احمدی ہو۔ سب کو اپنی قابلیت کی بناء پر ملکی خدمت اور ترقی کے مواقع ملنے چاہئیں۔ اسی میں پاکستان کا فائدہ ہے۔

۳۔ قرآن مجید میں عجمی الفاظ

تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد کا ترجمان ماہنامہ فکر و نظر لکھتا ہے:۔

"قرآن کی زبان عربی ہے اور فصیح و شستہ عربی۔ قرآن میں ہے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ اسلئے قرآن میں عجمی یعنی غیر عربی الفاظ کی کھپت نہ ہونی چاہیئے کہ عجمی الفاظ قرآن فہمی میں سدِّ راہ بن سکتے ہیں"

اس معقول استدلال کے بعد فاضل مضمون نویس لکھتے ہیں:۔

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں عجمی الفاظ ہیں اور خاصی تعداد میں ہیں... اسلئے اس میں شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ قرآن میں عجمی الفاظ ہیں جو فارسی سے بھی لئے گئے ہیں اور لاطینی یا یونانی سے بھی" (ماہنامہ فکر و نظر اپریل ۱۹۷۲ء ص ۶۹۲)

الفرقان۔ موجودہ ماہرین السنہ اور قرونِ وسطیٰ کے علماء سلف کو یہ الجھن محض اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ ان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیش کردہ مدلل نظریہ یعنی عربی زبان کا اُمّ الالسنہ ہونا واضح نہ ہوا تھا ورنہ یہ سوال کبھی پیدا نہ ہوتا کہ قرآن مجید میں خاصی تعداد میں عجمی الفاظ موجود ہیں حقیقت یہ ہے کہ دوسری زبانوں کا منبع عربی زبان ہے جن قرآنی الفاظ کو عجمی سمجھ لیا گیا ہے وہ درحقیقت عربی الفاظ ہیں جنہوں نے مختلف تغیرات کے باعث موجودہ شکل اختیار کر لی ہے۔ (مفصل مقالہ آئندہ شائع ہوگا۔ انشاء اللہ)

"آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ"

نعتیہ تضمین

(نتیجۂ فکر محترم جناب چوہدری شبیر احمد صاحب بی اے)

کس نے دُنیا میں اُجالا کر دیا — کون ہے یارِ ازل کا مہ لقا
کون ہے کون و مکاں کا مدّعا — کس کی خاطر ہیں بنے ارض و سما

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سیّدِ عشاق حق شمس الضحےٰ

کامل و اکمل ہدایت کس نے دی — کون لایا ہے شریعت آخری
ختم ہے کس ذات پر پیغمبری — تا قیامت کون ہے فرماں روا

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سیّدِ عشاق حق شمس الضحےٰ

کس نے مُردوں کو دیا آبِ حیات — سرنگوں کس نے کئے لات و منات
کس نے کی تسخیر ساری کائنات — کون سب کا محسنِ اعظم ہوا

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سیّدِ عشاق حق شمس الضحےٰ

کون ہے وہ صاحبِ عالی مقام — مہدیٔ دوراں بھی ہے جس کا غلام
مدح کرتے ہیں فرشتے بھی مدام — کون ہے تنہا حبیب محبوب خدا

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ
سیّدِ عشاق حق شمس الضحےٰ

مخزنِ دینِ حق [۱]

(نتیجۂ فکر محترم جناب ثاقب زیروی مدیر ہفت روزہ لاہور)

نُور حل ہو گیا چٹانوں میں — کس کا جذبہ ہے یہ اذانوں میں
طائرانِ فضائے قدس کلام — نغمہ پیرا ہیں آشیانوں میں
جس نے تعمیرِ مسجدِ نو کی — ذکر اُس کا ہے آسمانوں میں

ناصرِ دین کا تصوّر ہے
اونچی اونچی حسیں اذانوں میں

دل کے سجدوں کی کھا رہا ہوں قسم — یہ مساجد بھی ہیں خدا کا کرم
مہرِ اسلام کی ضیائیں ہیں — مسجدیں ہیں کہ ہے فروغِ ارم
ہر مسلمان سر جھکاتا ہے — دیکھ کر جلوۂ جمالِ حرم

مخزنِ دینِ حق مساجد ہیں
جلوہ افگن ہے نُور کا عالم

بہرِ تقریبِ خانۂ یزداں — ناصرِ دیں ہوئے ہیں جلوہ فشاں
نیک دل، پاک رُو، خلوص آگیں — ایک درویش ہمسرِ سلطاں
آپ کے دستِ فیض سے دیکھو — جگمگانے لگا حرم کا نشاں

پاک نظروں نے دی صدا اُن کو
مسجدوں نے بھی دی دُعا اُن کو

---

[۱] مسجد اقصیٰ ربوہ میں افتتاحی جمعہ پڑھنے کے بعد ـــ ارتجالاً

حج بیت اللہ کے کوائف

(از قلم محترم الحاج جناب مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ پنجاب)

اللہ تعالیٰ نے اِس سال جن خوش قسمت احباب کو حج بیت اللہ کی توفیق عطا فرمائی ان میں ہمارے قابلِ احترام دوست جناب مرزا عبدالحق صاحب سرگودھا بھی ہیں۔ میری درخواست پر محترم مرزا صاحب موصوف نے یہ مفید اور ایمان افروز مقالہ رقم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

(ایڈیٹر)

ایک عرصہ سے خاکسار کی شدید خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حج بیت اللہ نصیب کرے۔ ۱۹۶۵ء میں درخواست دی لیکن قرعہ میں نام نہ نکلا۔ اِس مرتبہ عزیزم ڈاکٹر میاں محمد طاہر سلمہ اللہ نے امریکہ سے لندن میں پی آئی اے کے ٹکٹ لاہور تا مدینہ اور واپسی کی خرید کا انتظام کیا اور ایک ڈرافٹ جدہ میں ریال وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میرے انٹرنیشنل پاسپورٹ میں حج کی ممانعت درج نہ تھی۔ ان حالات میں سٹیٹ بنک آف پاکستان حج کی اجازت دینے پر رضامند ہو گیا اور فارم P 2 جاری کر دی۔ اس پر خاکسار ۱۳ر جنوری کی صبح کو ہوائی جہاز سے کراچی پہنچا۔ سعودی عرب کے قونصل کے دفتر میں جا کر معلوم ہوا کہ ویزا کے لئے کسی درخواست کی ضرورت نہیں بلکہ صرف پاسپورٹ اور ٹکٹ چھوڑ جانے پر ویزا مل جاتا ہے۔ چنانچہ خاکسار کو دو گھنٹہ بعد ویزا مل گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حج پر جانے سے دو تین ہفتہ پہلے تین قسم کے ٹیکے لگوائے جاتے ہیں جن کی تصدیق ایک کاپی میں درج کی جاتی ہے۔ یہ کام میں نے سرگودھا میں ہی کرا لیا تھا۔ کراچی پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں کم از کم پانچ دن ٹھہرنا ضروری ہے جس کے بعد یہ سرٹیفکیٹ جاری ہوتا ہے کہ اتنے دن ہیضہ سے مبرا علاقہ میں گزارے گئے ہیں۔ آخری دن سے ۲۴ گھنٹے قبل ٹیرامائسین کے کیپسول بھی چھ چھ گھنٹے کے وقفہ سے کھانے ہوتے ہیں تاکہ جسم مضر جراثیم کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کا اندراج بھی پاسپورٹ پر کیا جاتا ہے۔ حج کے دنوں میں ہجوم خلق کی وجہ سے گندگی بہت پھیل

جاتی ہے۔ اگر صحت کے لئے پوری احتیاطیں نہ کی جائیں تو بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جو لوگ وقت بچانے کی خاطر فرضی تصدیق حاصل کر لیتے ہیں وہ وہاں جا کر تکلیف اٹھاتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک تلخ تجربہ یہ ہوا کہ حاجی کیمپ کراچی میں ٹیرامائیسین دیتے وقت اندراج دس کیپسول کا کیا گیا اور اسی کے مطابق قیمت کی وصولی اس پر درج کی گئی لیکن دراصل وہ آٹھ کیپسول تھے۔ اس میں غلطی کا کوئی امکان اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ شیشی ہی ۸ کی تھی۔ بعض اوروں کو بھی ہمارے سامنے وہی شیشی دی گئی لیکن اس کے ساتھ الگ دو کیپسول نہ دیئے گئے۔ اس طرح سے انہوں نے دو روپے فی کس بچا لئے۔ اگر انہوں نے چند ہزار افراد کے ساتھ بھی ایسا کیا ہو تو بچت ظاہر ہے۔

سعودی عرب کے قانون کے مطابق حج کیلئے معلم کا مقرر کرنا ضروری ہے تاکہ حج کرنے میں آسانی ہو۔ معلم کا انتخاب کراچی میں ہی کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس کے نام کے چٹ سامان پر لگانے ہوتے ہیں۔ یہ سامان جدہ پہنچ کر معلم کے ہی سپرد ہوتا ہے۔ یہ معلم سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ مَیں نے عبدالمقتدر سکندر کا انتخاب کیا جو بفضلہٖ تعالیٰ اچھا ہی رہا۔ معلم کی فیس ۹۷ ریال کے قریب حکومت کی طرف سے مقرر ہے جس میں جدہ سے مکہ مکرمہ تک کی سواری کا خرچ بھی شامل ہے۔ یہ فیس جدہ پہنچ کر ادا کی جاتی ہے۔ ریال کی قیمت پاکستانی روپے سے تھوڑی زیادہ ہے لیکن حج کے دنوں میں بلیک میں لینے پڑیں تو ہمارے تین روپے میں ایک ریال ملتا ہے۔

۲۱ جنوری ۱۹۷۲ء مطابق ۵ ذوالحجہ کی صبح کو کراچی سے جدہ کے لئے روانگی ہوئی۔ ہوائی جہاز سے جانے والوں کو کراچی سے ہی احرام باندھنا ہوتا ہے۔ ویسے پاکستان سے جانے والوں کی میقات (احرام باندھنے کا مقام) یلملم پہاڑی ہے جسے اب سعدیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ مکہ مکرمہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ سمندری جہاز میں تو اس کے محاذ پر پہنچنے پر اعلان کر دیا جاتا ہے تاکہ احرام باندھ لیا جائے لیکن ہوائی جہاز میں اس کا موقعہ نہیں ہوتا اسلئے احرام کراچی سے ہی باندھا جاتا ہے۔ اس سفر کے لئے سمندری جہاز میں تو ایک ہفتہ لگتا ہے لیکن ہوائی جہاز جاتی دفعہ صرف سوا چار گھنٹہ لیتا ہے اور آتی دفعہ ہوا کے رُخ کی وجہ سے اس سے بھی ایک گھنٹہ کم۔ احرام ایک بڑی چادر سے بھی باندھا جاتا ہے جو نصف کمر میں لپیٹی جاتی ہے اور نصف اوپر جسے دائیں بازو کے نیچے بغل سے نکالکر بائیں کندھے پر ڈالا جاتا ہے۔ اگر دو چادریں ہوں تو ایک نیچے لپیٹی جاتی ہے اور دوسری اوپر۔ چادریں سفید اور اَن سِلی ہوں۔ سردی سے بچاؤ کے لئے اوپر گرم اَن سلی چادر بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ وہ بھی سادہ ہو۔ سر ننگا ہوتا ہے اور پاؤں میں چپلی۔

ہوائی جہاز میں ایک فارم پُر کرنے کے لئے دی گئی جس میں نام، مستقل پتہ، مذہب، پاسپورٹ نمبر

وغیرہ درج کرنا تھا۔ جدّہ پہنچ کر یہ فارم پاسپورٹ کے ساتھ لے لئے گئے۔ جہاز سے اُترنے سے قبل صحت کے متعلق کاغذات ملاحظہ کئے گئے۔ پھر اُترنے کی اجازت دی گئی۔ اُترنے کے بعد مطار (ہوائی اڈہ) پر پاسپورٹوں کی پڑتال ہوئی۔ اس کے لئے ڈیڑھ دو گھنٹے کھڑا ہونا پڑا۔ پڑتال کے بعد پاسپورٹ واپس نہیں کئے جاتے بلکہ معلّم کا نام درج کرکے وہیں مطار پر معلّم کو بھیج دیئے جاتے ہیں۔ پھر کسٹم والے سامان دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد وہ سامان معلّم کے سپرد ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی تجربہ ہوا کہ سامان بغیر حفاظت کے بھی محفوظ رہتا ہے اور اسے کوئی چھیڑتا نہیں۔ اُس وقت تو معلّم کے سپرد تھا لیکن آتی دفعہ مَیں نے بغیر کسی احتیاط کے کئی گھنٹہ کے لئے سامان مطار پر رکھ چھوڑا اور خود ادھر اُدھر گھومتا رہا لیکن کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ اس کی وجہ وہاں شریعت کے اس حکم کا نفاذ ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔

معلّموں کے دفاتر مطار پر ہی ہیں۔ دو منزلہ عمارت میں سینکڑوں معلّمین کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ اپنے معلّم کی تلاش میں کوئی نصف گھنٹہ خرچ ہوگیا۔ اس کے دفتر میں پہنچتے ہی محترم پیر صلاح الدین صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ بھی وہاں پہنچ گئے وہ بھی اسی جہاز سے آئے تھے لیکن راستے میں ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ ہمارا آپس میں مل جانا ہمارے لئے بہت خوشی اور سہولت کا موجب ہوا۔ اس کے بعد ہم اکٹھے ہی رہے اور خدا کے فضل سے خوب اچھا وقت گزرا۔ اُن کا محبت آمیز سلوک مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء۔ حج کے بعد مدینہ شریف مجھے پہلے جانا تھا اور انہیں میرے ایک ہفتہ بعد۔ اس لئے مدینہ شریف مَیں اکیلا ہی گیا۔

مکہ شریف میں ہمیں محترم چودھری عبدالحمید خان صاحب (ریٹائرڈ چیف انجنیئر) بھی مل گئے۔ اور ایک روز محترم مولوی محمد عرفان صاحب صوبائی امیر سرحد سے بھی ملاقات ہوئی۔

جدّہ سے مکہ مکرمہ ۴۶ میل ہے۔ سڑک نہایت عمدہ اور چوڑی ہے۔ مکہ جانے کے لئے ہم نے اپنا انتظام ہی کرلیا تاکہ جلد پہنچ سکیں۔ راستے میں دو تین دفعہ پاسپورٹوں کو دکھانے کے لئے ٹھہرنا پڑا اسلئے مکہ شریف قریباً دو گھنٹہ میں پہنچے۔ مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی۔ راستہ میں سب لوگ تلبیہ پڑھنے میں مصروف تھے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

لبّیک اللّٰھمّ لبّیک
لاشریک لک لبّیک۔
ان الحمد والنعمۃ لک
والملک لاشریک لک۔

یعنی ہم حاضر ہیں اے ہمارے اللہ! ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں یقیناً سب تعریف تیرے لئے ہے اور

سب نعمت تیری طرف سے ہے اور
بادشاہت بھی تیری ہی ہے۔ تیرا
کوئی شریک نہیں۔

تلبیہ کا پڑھنا احرام باندھنے سے شروع اور احرام کھول دینے پر ختم ہو جاتا ہے۔ گویا احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا اور عاشقانہ رنگ اختیار کرنا ہے۔ لباس بھی فقیرانہ ہوتا ہے۔ ایک جگہ پہنچ کر آبادی کے آثار شروع ہو گئے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ شروع ہو گیا ہے۔ اس وقت یوں محسوس ہوا جیسے جسم میں بجلی کی لہر دوڑ گئی ہے اور ہم ہمہ تن متوجہ ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ آخر ایک جگہ کلینر نے بتایا کہ یہ مسجد حرام ہے جس کے اندر بیت اللہ ہے۔ لیکن وہ باہر سے نظر نہ آیا۔

ہمیں معلّم کے مکان پر پہنچایا گیا۔ وہاں کھانے سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر گئے۔ ہم تینوں نے مل کر ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ سامان وہاں رکھ کر مسجد حرام گئے جہاں ایک مطوّف (طواف کرانے والے) کو ساتھ لیا۔ اس وقت نصف شب ہو چکی تھی۔ مسجد حرام نہایت خوبصورت پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ بہت وسیع مسجد ہے۔ ایک اخبار میں پڑھا کہ اس کی دو اطراف ۵۲۵ فٹ و ۵۰۰ فٹ ہیں اور دو اطراف ۲۵۰، ۲۵۰ فٹ۔ لیکن ویسے اس سے بھی بڑی معلوم ہوتی ہے۔ اندر بے شمار ستون ہیں۔ تیس چالیس شاندار دروازے ہیں جن میں سے ایک باب السلام کہلاتا ہے۔ طواف کے لئے اس میں سے داخل ہونا پسندیدہ ہے۔ مسجد کے فرش بھی نہایت خوبصورت ہیں۔ سعی کے لئے صفا و مروہ کی پہاڑیوں کا ایک حصہ اسی مسجد میں کچھ عرصہ سے شامل کر لیا گیا ہے۔ ایک طرف صفا کے کچھ پتھر نظر آتے ہیں اور دوسری طرف مروہ کے۔ درمیان میں نہایت عمدہ فرش بنا دیا گیا ہے تاکہ سعی کرنے والوں کے لئے آسانی ہو۔ یہ حصہ بھی پورا مسقّف ہے۔ مسجد حرام کے درمیان میں بیت اللہ ہے جو چالیس فٹ کے قریب اونچا کمرہ ہے۔ اس کے ایک کونے میں حجرِ اسود آویزاں ہے۔ صرف ایک دروازہ ہے۔ اوپر غلاف چڑھا ہوتا ہے جو کچھ اونچا کر دیا جاتا ہے تاکہ نچلا حصہ ننگا ہو جائے۔ سپاہی ہر وقت پہرہ پر رہتے ہیں تاکہ بیت اللہ کی حفاظت ہو سکے اور ناواجب حرکت کرنے والوں کو روکا جا سکے۔ طواف کے لئے وہاں ہر وقت بے حد ہجوم رہتا ہے۔ تمام دن اور تمام رات یہی حال رہتا ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینا مسنون ہے لیکن سخت ہجوم کی وجہ سے یہ نہایت مشکل بلکہ محال ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر ہاتھ کو بوسہ دے لینے کی اجازت ہے۔ ہمیں بھی اسی پر اکتفا کرنا پڑا۔

مطوّف ہمیں مسجد حرام کے اندر لے گیا تو سینکڑوں آدمی اپنے اپنے مطوّفین کے ساتھ طواف کر رہے تھے اور اونچی آواز سے مسنون دعائیں پڑھ

رہے تھے۔ ہمارے مطوف نے بھی ہمیں وہ دعائیں پڑھانی شروع کیں۔ ہم اپنے طور پر اور اپنی زبان میں بھی دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت وارفتگی کی ایک عجیب کیفیت تھی۔ وہ نقشہ سامنے آیا جب باپ بیٹے (حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام) نے اس کوٹھے کو ایک وادی غیر ذی زرع میں از سر نو تعمیر کیا اور اس جگہ کی آبادی کے لئے اور اس میں ہر قسم کے پھل میسر آنے کے لئے اور اپنے اور اپنی اولاد کے حقیقی مسلم بننے کے لئے اور بالآخر وہاں اس نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کئے جانے کے لئے دعائیں کیں، جس نے علم و حکمت اور تزکیۂ نفس کو انتہا تک پہنچانا تھا۔ اس بیت اللہ کے گرد زمین کو یہ سعادت دی گئی کہ اس باپ بیٹے نے وہاں طواف کئے۔ پھر ہمارے پیارے آقا اور مرد ارحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمین کو انتہائی سعادت بخشی کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپؐ کے بعد آنے والے بزرگوں نے اسی زمین پر بیت اللہ کے طواف کئے۔ یہ سرزمین کیسی خوش نصیب ہے اور اس پر چلنا کیسا موجب سعادت اور برکت۔ اے خدا تو اپنے فضل اور رحم سے ہمارے گناہوں کو اس سعادت اور برکت میں حائل نہ ہونے دے، تو بے انتہا کرم اور بخشش کرنے والا ہے۔

طواف یعنی سات چکر لگانے کے بعد وہاں قریب ہی دو نفل ادا کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تو ان نفلوں میں بے حد جوش دعا پیدا فرماتا ہے۔ اس وقت نہ کسی ہجوم کا احساس رہتا ہے اور نہ کسی شور کا۔ گویا انسان سارے ماحول سے منقطع ہو جاتا ہے اور ایک عاجز بندہ ہوتا ہے اور اس کا خدا۔ وہاں پھر اللہ تعالیٰ جن دعاؤں کی توفیق دے۔ سب سے بڑھ کر دعا غلبۂ اسلام کی ہے جو دوبارہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ مقدر ہے۔ ان تمام کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے دعا کی توفیق دی جو اس غلبہ کے لانے میں مدد دے رہے ہیں اور قربانیاں ادا کر رہے ہیں۔ جن کے سر فہرست مومنوں کا سردار اور خلیفۂ وقت آتا ہے اور پھر باقی تمام جو اس کی غلامی میں کام کرنے والے ہیں جیسا کہ مبلغین، کارکنان و عہدیداران جماعت۔ اپنے اہل و عیال کے لئے بھی، اپنے اقرباء اور اعزّاء کے لئے بھی، اپنے مخلص دوستوں کے لئے بھی، ساری جماعت کے لئے بھی، سارے مسلمانوں کے لئے بھی، تمام بنی نوع انسان کے لئے بھی۔ غرضیکہ اس وقت عاجز بندہ اپنے قادر خدا سے جو مانگے اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل اور رحم سے ان تمام دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اللّٰھمّ آمین

نفلوں کے بعد آپ زمزم پیا جس کا کنواں بیت اللہ کے قریب ہی ہے۔ اس میں عورتوں اور مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ حصے بنائے ہوئے ہیں۔ ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کی سعی کے لئے مسجد کے اس حصہ میں گئے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانے ہوتے

ہیں۔ صفا سے مروہ تک کا ایک چکر۔ مروہ سے صفا تک کا دوسرا۔ اسی طرح سات چکر پورے کئے جاتے ہیں۔ اس میں بھی مسنون دعائیں مانگتے ہیں۔ ہم نے اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگیں اور قرآنی دعائیں بھی مانگیں۔ سعی کے ساتھ عمرہ مکمل ہو گیا۔

عمرہ کے بعد دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اسے حج سے الگ کر دیا جائے۔ دوسری یہ کہ اسے حج کے ساتھ ملا دیا جائے جسے قران کہتے ہیں۔ مقدم الذکر صورت میں احرام کھول دیا جاتا اور سر منڈوا لیا جاتا ہے۔ دوبارہ حج سے قبل ۸ ذوالحجہ کو احرام باندھنا پڑتا ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں احرام بندھا رہتا ہے اور اسے ۱۰ ذوالحجہ کو قربانی وغیرہ کے بعد کھولا جاتا ہے جب حج مکمل ہو جاتا ہے۔ ہم چونکہ دیر سے مکہ شریف جا سکے تھے اسلئے ہم نے احرام عمرہ اور حج دونوں کے لئے باندھا تھا۔

۸ ذوالحجہ کی شب کو طواف کیا اور صبح نماز فجر سے فارغ ہو کر منیٰ کے لئے ہماری روانگی ہوئی۔ ہم نے معلم کی معرفت ایک ٹیکسی کا انتظام کر لیا تھا جو سات سواریوں کے لئے تھی اور ہمیں اس کے لئے سات سو ریال کرایہ دینا پڑا۔ تین ہم تھے، ایک محترم پروفیسر عبد القادر صاحب کی صاحبزادی خولہ صاحبہ مکرمہ اور تین محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ اور ان کے صاحبزادے مکرم شریف احمد صاحب۔ انہیں ہم نے معلم کے اس بتانے پر شامل کیا تھا کہ وہ غالباً ہمارے ہم خیال ہیں لیکن اس وقت ہمارا آپس میں تعارف نہ تھا۔ یہ تعارف راستہ میں دوسرے دن ہوا۔ پہلے دن موٹر میں میں نے اس نوجوان سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے بتایا چنیوٹ سے۔ اس پر میں نے خاموش ہو جانا مناسب سمجھا۔ اگلے دن عرفات جاتے ہوئے انہوں نے میرا نام پوچھا میں نے بتایا تو انہوں نے محبت سے مصافحہ کیا اور کہا کہ انہوں نے جلسہ سالانہ پر میری تقریر سنی تھی۔ تب انہوں نے اپنا تعارف کرایا اور پھر ہم سب ایک کنبہ کی طرح ہو گئے۔

مکہ شریف سے منیٰ صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے لیکن ہزاروں ہزار کاروں اور بسوں کی وجہ سے وہاں پہنچنے میں خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ منیٰ ایک عمدہ بنا ہوا شہر ہے جس میں دس دس پندرہ پندرہ منزلہ عمارتیں بھی ہیں۔ کافی بڑا شہر ہے۔ حج کے دنوں میں اس میں ہزاروں شامیانے لگا دیئے جاتے ہیں۔ ہر معلم اپنے حاجیوں کے لئے انتظام کرتا ہے۔ چھوٹے شامیانے کا جس میں دو تین آدمی ٹھہر سکتے ہیں تین صد ریال کرایہ لیا گیا اور بڑے شامیانوں میں ٹھہرنے والوں سے تیس ریال فی کس ٹینٹوں کا عارضی انتظام ہوتا ہے لیکن ناکافی۔ تین چار روز کے بعد وہاں سخت گند پڑ جاتا ہے اور رہنا مشکل ہو جاتا ہے ہوٹلوں کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔ تین چار روز کے لئے تین ہزار ریال ایک کمرے کے دینے پڑتے ہیں مکہ مکرمہ میں ہوٹلوں کا کرایہ اس سے بھی زیادہ دینا

پڑتا ہے۔ منٰی دنیا میں ایک ایسا شہر ہے جو صرف ۸ ذوالحجہ کی صبح سے ۱۳ ذوالحجہ تک نہایت آباد رہتا ہے۔ اس مرتبہ بھی وہاں پانچ لاکھ کے قریب حاجی تھے۔ ۱۳ ذوالحجہ کے بعد منٰی بالکل خالی ہو جاتا ہے اور سارا سال خالی رہتا ہے۔

۸ ذوالحجہ کی صبح کو منٰی پہنچ کر سارا دن اور اگلی رات وہاں ذکرِ الٰہی اور تلبیہ پڑھنے میں گزارنے ہوتے ہیں۔ ۹ کی صبح کو وہاں سے عرفات کے لئے چلے جو چھ میل کے قریب آگے ہے۔ وہاں جانے کے لئے منٰی سے بارہ پختہ اور چوڑی سڑکیں بنائی گئی ہیں تاکہ اتنی تعداد میں کاریں وغیرہ وہاں چل سکیں۔ عرفات ایک وسیع ریتلا میدان پہاڑیوں کے درمیان ہے وہاں معلمین نے شامیانے لگائے ہوتے ہیں جن میں سارا دن گزارا جاتا ہے۔ زوال کے بعد خطبہ اور ظہر اور عصر کی نمازیں جمع ہوتی ہیں۔ خطبہ چند منٹ کا تھا۔ سارا دن تلاوت قرآن کریم اور ذکر الٰہی اور تلبیہ پڑھنے میں صرف ہونا چاہیئے۔ دوپہر کا کھانا معلم کے ذمہ ہوتا ہے اور وہی اس کا انتظام کرتا ہے۔ چائے بھی مل جاتی ہے۔ کوئی ایک میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے جسے جبل الرحمت کہتے ہیں۔ یہاں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حج ارشاد فرمایا تھا۔ عرفات میں ہمیں مکرم ڈاکٹر عطاء اللہ خان صاحب (برادر مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان) اور مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب (جو سفینۂ حجاج میں افسر تھے)

مل گئے اور بہت محبت سے پیش آئے۔ مکرم مولوی تاج الدین صاحب لائلپوری کی صاحبزادی بھی اپنے والد کی بیماری کے متعلق پوچھنے کے لئے آئیں۔

مغرب کے قریب عرفات سے مزدلفہ کیلئے روانگی ہوئی۔ عرفات میں تھوڑی دیر کے لئے ہو آنے سے بھی حج ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کی تکمیل کے لئے ابھی کچھ حصے باقی رہتے ہیں۔ مزدلفہ، عرفات اور منٰی کے قریباً درمیان میں ہے۔ مزدلفہ میں مسجد مشعر الحرام ہے اور چند ایک معمولی سی عمارتیں ہیں اور باقی ساری جگہ میدان ہے جس میں سے بارہ (۱۲) سڑکیں گزرتی ہیں جو عرفات سے منٰی کو جاتی ہیں۔ مزدلفہ میں شامیانے نہیں لگائے جاتے۔ ہم نے اپنی کار کے ارد گرد بستر کر لئے لیکن مغرب اور عشاء کی نماز جمع کرنے کے تھوڑی دیر بعد مکرم شریف احمد صاحب، محترمہ بیگم صاحبہ پیر صلاح الدین صاحب، مکرمہ خولہ صاحبہ اور خاکسار مشعر الحرام میں نفل ادا کرنے کی نیت سے گئے۔ مسجد حاجیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اسلئے ہم نے باہر کھڑے ہو کر دعا کر لینے پر اکتفا کیا۔ واپسی پر کثرتِ ہجوم کی وجہ سے میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور رات کے دو بجے تک یونہی اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ پھر ایک شریف آدمی نے آرام کرنے کے لئے بستر دیا۔ دو گھنٹے بعد اُٹھ کر پھر تلاش شروع کی لیکن لاحاصل۔ ایک آدمی نے مجھ سے انگریزی میں پوچھا کہ کیا میں وہی بوڑھا آدمی ہوں جو رات کے پہلے حصہ میں ٹارچ لیکر گیا تھا اور گم ہو گیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں

میں ایک اور بوڑھا آدمی ہوں جو گم ہو گیا ہے۔ اس کے پاس ہی میں نے صبح کی نماز ادا کی۔ اس نے اصرار کیا کہ میں اسی کے ساتھ کار میں منیٰ چلا جاؤں لیکن میں نے یہ مناسب نہ سمجھا۔ کچھ دیر مزید تلاش پر بھی ساتھی نہ ملے تو ایک بس میں سوار ہو کر منیٰ چلا گیا۔ وہاں میرے ساتھی بھی پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ بھی رات کے مختلف اوقات میں مجھے تلاش کرتے رہے اور سخت فکرمندی میں رات گزاری۔ محترمہ بیگم سیٹھ صاحب نے تو فرمایا کہ ان کے لئے تو محرم کی رات بن گئی۔ بہرحال یہ بھی ایک عجیب تجربہ ہوا۔ ایسے اوقات میں انسان کو خاص طور پر اپنی بے چارگی کا احساس ہوتا ہے۔ بعد میں مکرم ڈاکٹر عطاء اللہ خان صاحب نے بتایا کہ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ وہ اسی طرح ۱۹۲۶ء میں یہاں بھول گئے تھے جب وہ اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ اکٹھے حج کے لئے آئے تھے۔

منیٰ میں واپس ۱۰؍ ذوالحجہ کی صبح کو پہنچے۔ پہلے وہاں رمی کی۔ وہاں تین قد آدم ستون ایک دوسرے سے کسی قدر فاصلے پر بنے ہوئے ہیں جو شیطان کا قائم مقام سمجھے جاتے ہیں۔ ان پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں جسے رمی کہتے ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب مشرق کی طرف ہے اسے الجمرۃ الاولیٰ کہتے ہیں اور اس سے آگے مکہ مکرمہ کی طرف بیچ والے کو الجمرۃ الوسطیٰ اور سب سے آخر والے کو الجمرۃ الکبریٰ یا الجمرۃ الاخریٰ کہتے ہیں۔ ۱۰؍ ذوالحجہ کی صبح کو الجمرۃ الاخریٰ کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ یہ کنکریاں سب مزدلفہ سے چن کر لائی جاتی ہیں۔ رمی کے بعد جانور خرید کر اس کی قربانی دی۔ اس کے لئے کوئی دو میل پر پہاڑی کے دامن میں ایک خاصی لمبی اور کسی قدر چوڑی جگہ دیوار کے ساتھ گھیری ہوئی ہے۔ اس کے اندر جانور بکتے ہیں۔ اور وہیں قربانی دی جاتی ہے۔ سخت ہجوم کی وجہ سے خاصی کشمکش ہوتی ہے۔ عورتوں کو اس کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ مردوں کی معرفت قربانی کروا دینی چاہیئے۔ قربانی کے بعد وہیں باہر نکل کر بال کٹوائے۔ اپنے شامیانے میں واپس آکر معلم سے دریافت کیا کہ کسی جگہ باپردہ نہانے کا انتظام ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ منیٰ میں پچاس ریال میں بھی نہیں ہو سکتا۔ اس پر میں مکہ شریف گیا وہیں اپنے مکان پر نہایا اور احرام کھولا اور دوسرے کپڑے پہنے اور پھر طواف کے لئے گیا۔ طواف سے فارغ ہو کر واپس منیٰ گیا۔ منیٰ میں ۱۲؍ ذوالحجہ کے زوال تک ٹھہرنا ضروری ہے اور اگر ہو سکے تو ۱۳ تک ٹھہرے۔ ۱۱؍ اور ۱۲؍ کو تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارنی ہوتی ہیں۔ اسی طرح شروع سے آخر تک کل ۴۹ کنکریاں ماری جاتی ہیں جو سب مزدلفہ سے آتے وقت لے آتے ہیں۔ ان جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھا کر مارنی منع ہیں۔

منیٰ سے ہماری واپسی ۱۲ر ذوالحجہ مطابق ۲۸ر جنوری کو زوال کے بعد ہوئی۔ ۲۹ر جنوری کو سب سے پہلے ہم نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کی جگہ دیکھی۔ یہ بالکل مقفل تھی اور بالکل معمولی حالت میں رکھی ہوئی ہے۔ یہ امر قابلِ افسوس ہے۔ اس کے بعد ہم نے قدیمی قبرستان جنت المعلّٰی دیکھا۔ ایک لڑکے کو ساتھ لیا جس نے مختلف قبریں دکھائیں۔ حضرت آمنہؓ کی قبر بھی ہے۔ حضرت خدیجہؓ کی بھی۔ ابوطالب اور عبدالمطلب کی بھی۔ سینکڑوں قبریں صحابہؓ تابعین اور علماء کی ہیں لیکن باقاعدہ بنی ہوئی نہیں بلکہ پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ کتبہ بھی کسی قبر پر نہیں۔ مسجد جنّ بھی دیکھی جہاں سورہ جنّ کا نزول بتایا جاتا ہے۔ اس مسجد میں ایک یہ بات قابلِ افسوس دیکھی کہ وضو کرنے کے لئے جو ٹونٹیاں لگائی ہوئی ہیں وہاں تین چار بوڑھے بدو رفع حاجت کر رہے تھے اور پانی بہا کر لے جانے والی نالی دونوں طرف پاخانہ سے بھری پڑی تھی۔ وضو کرنے کے لئے کوئی جگہ صاف نہ تھی بلکہ اندر داخل ہوتے متلی ہوتی تھی۔ مَیں نے تو مجبوراً تیمم کر کے وہاں نفل پڑھے۔ افسوس ہے محترم میر صاحب کے علیل ہو جانے کی وجہ سے ہم غارِ حرا اور غارِ ثور دیکھنے نہ جا سکے۔ ممکن ہے میرے مدینہ جانے کے بعد میرے ساتھیوں نے دیکھ لی ہوں۔

مدینہ شریف کے لئے ۳۱ر جنوری کی صبح کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ میرے ساتھیوں نے ایک ہفتہ بعد میں آنا تھا کیونکہ ان کی پاکستان واپسی ۱۷ر فروری کو تھی اور دس دن سے زیادہ مدینہ شریف کے لئے نہیں دیتے تاکہ وہاں یکدم سارے حاجی نہ چلے جائیں۔ میری واپسی ۹ر فروری کو تھی۔ ۳۱ر جنوری کی شام کو بعد نماز مغرب مدینہ شریف کیلئے ہوائی جہاز ملا جس نے قریباً نصف گھنٹہ میں پہنچا دیا۔ مدینہ شریف مکہ مکرمہ سے جانب شمال قریباً پونے تین سَو میل کے فاصلہ پر ہے۔ رات کے دس بجے شہر پہنچے۔ مسجد نبویؐ کے قریب ہی ایک مکان میں ایک کمرہ یکصد ریال میں کرایہ پر لے لیا۔ وہاں کے لئے مَیں نے معلم حیدر الحیدری کو مقرر کیا جس کا دفتر مسجد نبویؐ کے سامنے ہے۔ اچھا با اخلاق معلّم ہے۔ صبح روضۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ معلم کا آدمی ساتھ تھا۔ مسجد نبوی بہت خوبصورت ہے اور اب کافی وسیع ہو چکی ہے۔ اس میں داخل ہوتے ہی آنسو رواں ہونے شروع ہو گئے۔ اس وقت جذبات کا ایک تلاطم تھا اور بہت مشکل سے سنبھلا جاتا تھا۔ روضۂ مبارک پر پہنچ کر دعا کی۔ حضورؐ کی قبر مبارک باہر سے نظر نہیں آتی۔ ساتھ ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں۔ حضورؐ کے مکان اور منبر کے درمیان جگہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک

باغ ہے۔ جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حٰمٓ السجدہ آیت ۳۲) یعنی اس (جنت) میں جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے تمہیں ملے گا اور جو کچھ تم مانگو گے وہ بھی تمہیں ملے گا۔ اسلئے اس جگہ کی دُعا خاص قبولیت رکھتی ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دُعا کی توفیق دی نفل بھی ادا کئے۔ مسجد کے ایک دروازہ کو باب جبریل کہتے ہیں۔

مدینہ شریف میں بہت سے قابلِ زیارت مقامات ہیں مسجد نبوی سے تھوڑے سے فاصلہ پر مشرقی جانب قبرستان ہے جسے جنت البقیع کہتے ہیں۔ اس میں بے شمار صحابہؓ اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی قبر بھی اسی میں ہے ازواج مطہرات بھی (ماسوائے حضرت خدیجہ و حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما) اسی میں مدفون ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور آپؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ بھی اسی میں دفن ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عباسؓ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بڑے بڑے تابعین بھی اسی میں دفن ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پیچھے اپنے حجرہ میں دفن ہیں بعض کہتے ہیں حضرت عباسؓ کے قریب اور بعض کہتے ہیں دار الاحزان میں اپنی مسجد میں دفن ہیں۔

مدینہ منوّرہ سے جانب شمال تین میل کے قریب اُحد کا پہاڑ ہے۔ یہاں ۳ھ میں جنگِ اُحد ہوئی تھی۔ اس کے دامن میں شہدائے اُحد دفن ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی انہیں میں ہیں۔

غزوہ احزاب کا مقام بھی دیکھا جو جبل سلع کے غربی کنارہ پر ہے۔ خندق کا ایک حصہ اب بھی موجود ہے لیکن مسجد کے نیچے لاکر چھپا دیا گیا ہے۔ اس مسجد میں بھی دو نفل ادا کئے۔

مسجد قبا مدینہ منوّرہ سے جنوب مغربی جانب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً دو میل دُور ہے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنے دستِ مبارک سے اس مسجد کو تعمیر فرمایا۔ اس مسجد میں بھی دو نفل ادا کئے۔

جنگ بدر کا مقام دیکھنے کا موقعہ نہ مل سکا وہ مدینہ سے ۱۵۰ میل کے قریب بتایا گیا۔ وہاں کے لئے کار کا انتظام نہ ہو سکا۔

مدینہ منوّرہ میں ایک دن تو خاکسار نے اکیلے ہی گزارا۔ دوسرے دن لائبیریا (افریقہ) سے آئے ہوئے ایک دوست مکرم میاں فضل دین صاحب مل گئے جنہوں نے بہت محبت کا معاملہ کیا۔ چار پانچ روز کے بعد وہ چلے گئے۔ اسی روز ایک اور دوست مکرم چوہدری رحمت خان صاحب

آف کھاریاں مل گئے جو وہ بھی افریقہ سے تشریف لائے تھے۔ دو تین دن وہ اس عاجز کے ساتھ رہے۔

۷؍فروری کی شام کو خاکسار مدینہ منورہ سے جدہ ہوائی جہاز کے ذریعہ آیا۔ دو راتیں اور ایک دن جدہ میں گزارا۔ وہاں ایک روز پہلے یعنی ۸؍فروری کو پی۔آئی۔اے والوں کو پہنچنے کی اطلاع دینی ضروری تھی تاکہ ۹؍فروری کو مجھے ہوائی جہاز میں جگہ مل سکے۔ جدہ میں مکرم ڈاکٹر عطاء اللہ خان صاحب اور بعض اور دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ وہاں میں ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ ۹؍فروری کو جدہ سے کراچی آیا اور دو دن وہاں ٹھہرنے کے بعد ۱۲؍فروری کو سرگودھا واپس پہنچا۔

فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک ✦

حج بیت اللہ سے بہرہ ور ہونے والے احباب

جن بھائیوں اور بہنوں کو اس سال حج بیت اللہ الحرام کی سعادت نصیب ہوئی ہے براہ کرم وہ اپنے اسماء اور اپنے **تاثراتِ حج** سے ماہنامہ الفرقان ربوہ کو مطلع فرمائیں۔

تعمیر بیت اللہ الحرام کے عظیم مقاصد کی تکمیل خلافتِ ثالثہ کا ایک اہم پروگرام ہے ہم سب کو اپنی اپنی بساط کے مطابق حصہ لینا ضروری ہے۔

(ایڈیٹر)

ایامِ حج میں قبولیتِ دعا کا ایک ایمان افروز واقعہ

(از قلم حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب)

مارچ ۱۹۶۷ء میں حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی چودھری صاحب کے عزیز مکرم چودھری انور احمد صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ محترمہ امینہ بیگم صاحبہ بھی حج میں ہمراہ تھیں۔ واقعاتِ حج کے سلسلہ میں محترم چودھری صاحب لکھتے ہیں:۔

"عرفات کو جاتے ہوئے ایک شب رات منیٰ میں قیام ہوتا ہے پانچ نمازیں یہاں ادا ہوتی ہیں۔ عزیز انور احمد اور میں عصر کی نماز کے بعد جب اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو عزیزہ امینہ نے کہا آج گرمی کی شدت تکلیف دہ محسوس ہو رہی ہے۔ اس پریشانی میں میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے معلوم نہیں ایسی دعا جائز بھی ہے یا نہیں۔ میرے دریافت کرنے پر بتلایا میں نے کچھ اس رنگ میں دعا کی ہے الٰہی ہم تیرے عاجز بندے ہیں اور تیری رضا کے حصول کے لئے تیرے فرمان کی تعمیل میں بیت اللہ کے حج کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ جہاں تو نے فرمایا ہے طواف کرو ہم نے طواف کیا ہے۔ جہاں تو نے فرمایا ہے سعی کرو ہم نے سعی کی ہے۔ جو جو تیرے فرمان ہیں وہ سب تیری عطا کردہ توفیق سے بجا لائیں گے لیکن ہم آخر تیرے مہمان ہیں۔ گرمی کی شدت ہو رہی ہے کل ہم سب عرفات کے میدان میں حاضر ہوں گے تجھے سب قدرت ہے تو رحم فرما اور کل کا دن ٹھنڈا کر دے۔ میں نے کہا ایسی دعا بیشک جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے لیکن اپنے بندوں کی نازبرداری بھی کرتا ہے کیا عجب کہ تمہاری دعا کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بھا جائے اور وہ ویسا ہی کر دے۔ دوسری صبح فجر سے قبل میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ عزیزہ امینہ سے کہا لو تمہاری دعا کو شرفِ قبولیت بخشا گیا۔ تمام دن موسم خوشگوار رہا اور بادِ نسیم جاری رہی۔ ظہر اور عصر کے بعد بادل تو چھٹ گئے لیکن ہوا میں پھر بھی خنکی رہی اور ایک دو بار دن میں بوندا باندی

(بحوالہ تحدیثِ نعمت صفحہ ۶۹۵-۶۹۶)

الفاظ میں حکمت اور سبق

(از قلم محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ - لائل پور)

(۱)

بعض الفاظ کئی پہلوؤں سے حکمت آموز ہوتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) سنسکرت MR رخصت ہونا۔ مرجانا اسی رُوٹ سے ہے ا۔مر۔نہ مرنے والا۔ ا۔مر۔ت آبِ حیات۔ مرتا مرجانے والا یعنی آدمی (یہ مرڑ نہیں ہے)

(۲) لاطینی MORI گزرنا۔ مرنا

(۳) انگریزی MORI مرجانا

(۴) فارسی۔ مُردن۔ مرجانا (دن مصدری)

(۵) ہندی۔ مرنا (نا علامت مصدری)

(۶) سپینش MORI چلے جانا۔ مرجانا۔ کئی اور زبانوں میں بھی یہ رُوٹ گزرنے اور مرنے کے معنوں میں پایا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ رُوٹ کے حقیقی معنی گزر جانے کے ہیں اور موت کا مفہوم ثانوی ہے جیسا کہ سپینش رُوٹ سے بالکل واضح ہے۔ یہ رُوٹ عربی (مرّ گزرنا) ہے۔ سوسائٹی میں مرنے کو حُسنِ تعلیل سے بیان کرنے کا عام قاعدہ ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں چل بسا، سمپورن ہُوا، وفات پا گیا، اللہ کو پیارا ہُوا، اُٹھ گیا۔ Passed away یعنی گزر گیا۔ Expired یعنی سانس ختم ہو گئے۔ یہی تلازمہ عربی کے مندرجہ ذیل الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:۔

(ا) ذھب۔ روانہ ہونا۔ مرنا۔

(ب) خلا۔ وقت ختم ہو جانا۔ مرجانا۔

(ج) سافر۔ روانہ ہونا۔ مرنا۔

(د) بعد۔ دُور ہونا۔ مرنا۔

(ھ) فات۔ گزر جانا۔ مرنا۔

غرضیکہ مرنے کا مفہوم گزر جانے کے مترادف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ورلی زندگی کے بعد اگلی زندگی شروع ہو جاتی ہے اور موت مسافر کے سفر کا درمیانی مرحلہ ہے۔ اور یہ ایک پُل ہے قابلِ عبور ؎

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
آگے چلیں گے دم لے کر

وقال اللہ تعالیٰ:۔

وَكُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ
فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝

والدم مرحومؓ کی روایت ہے کہ دعویٰ قبل از مسیحیت کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ بہت بیمار ہو گئے۔ نبضیں چھُٹتی جا رہی تھیں اقربا

پاس کھڑے زار زار رو رہے تھے حضورؑ نے ایسی
حالت میں فرمایا:۔

" موت کیا ہے۔ یہ ایک مرکب
ہے جو دوست کو دوست کے پاس
پہنچا دیتا ہے۔ اگر موت نہ ہوتی
تو سالکوں کے تمام سلوک ناتمام
رہ جاتے۔"

ع انّ فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الابصار۔

(۲)

لاطینی اور سنسکرت میں الفاظ کثرت سے مقلوب ہو جاتے ہیں جیسا کہ لفظ "دیش" یا "دیس" دھاتو یعنی ماخذ کے لحاظ سے دیش کے معنی حد اور کنارہ ہیں۔ لفظ دیش دراصل مقلوب ہے (یعنی "شداً" کسی چیز کی حد۔کنارہ) وجہ یہ کہ کسی ملک کی تعیین اور حدبندی کنارے اور حدود ذریعہ کرتے ہیں۔ اور کسی ملک میں جانا اس کی حدود میں داخل ہونا ہے۔ یہی تلازمہ عربی زبان کے بہت سے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً:۔

رجا۔ کنارہ۔ ملک
شریٰ۔ پہلو۔ ملک
صقع۔ کنارہ۔ ملک
عِدیً۔ کنارہ۔ پہلو۔ ملک
قُتر۔ پہلو۔ علاقہ
قُطر۔ پہلو۔ جانب۔ اقلیم۔ منطقہ
کنف۔ پہلو۔ ملک
ناحیۃ۔ نحو۔ کنارہ۔ ملک

(۳)

عربی لغت کو آپ الف سے یا تک دیکھ جائیں کسی لفظ میں آپ ل + ر متصل نہ پائیں گے۔
"لَیس فی کلامھم لُر" (مزہر سیوطی ص۱۹۵)
اس لئے بظاہر حال یہ بات ناممکن نظر آتی ہے کہ الفاظ "لڑکا" اور "لڑائی" عربی الاصل ہوں۔ لیکن اصل اصول یہ ہے کہ:۔

کلّما یردّ لفظ الیٰ منتھا
مقام الردّ، ویفتّش اصلہ
بالجھد والکدّ فتریٰ انّہ
عربیۃ ممسوخۃ، کأنّھا
شاۃ مسلوخۃ۔"

یعنی جب کوئی ایک لفظ اس کی
اصل تلاش کرتے کرتے محنت اور
کوشش کے ساتھ انتہائی درجہ
تک پہنچایا جائے پس تو دیکھے گا
کہ وہ عربی مسخ شدہ ہے۔ گویا وہ
ایک بکری ہے جس کی کھال اُتار
لی گئی۔" (منن الرحمٰن ص۳)

اس لئے ان الفاظ کا سراغ اور آگے لگانا پڑے گا۔ اس تلاش میں نیپالی زبان کی لغت مصنفہ مسٹر ٹرنر ایم۔اے پروفیسر آف سنسکرت لندن یونیورسٹی مطبوعہ سنہ ۱۹۳۱ء ص۵۴۹ سے یہ نکتہ حل ہوا کہ حرف "ل" کے بعد اگر حرف "د" واقع ہو تو "د" رہے

میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ لفظ لڑکا دراصل لدکا تھا اور لفظ لڑائی دراصل لدائی تھا۔ اور "ڑکا" الفاظ کو لمبا کرنے کے لئے بڑھا دیا جاتا ہے۔ پس :-

(ا) لڑکا = لدکا = ولید یعنی لڑکا۔ جو انگریزی میں LAD اور اردو میں "لونڈا" نون غنّہ کے اضافہ کے ساتھ ہے۔

(ب) لڑائی = لدائی۔ اور یہ دو طرح پر ہے۔ لڑائی جھگڑے کے معنوں میں = لد سخت جھگڑا لڑائی مارپیٹ کے معنوں میں = لھد۔ مار کر پیچھے ہٹنا۔

نوٹ۔ اِن دونوں الفاظ کا عربی الاصل ہونا بظاہر ناممکن تھا لیکن انتہائی محنت اور کوشش سے لہجوں کی تبدیلی کا سراغ آخر تک لگانے سے دلائل کی روشنی میں یہ اصول ثابت ہے کہ :-

لیس لفظ عندھم اِلّا
مِن ھذہ اللھجۃ "

(منن الرحمٰن صفحہ ۱۱)

اور ان (غیر زبانوں) کے پاس ایک لفظ بھی غیر عربی نہیں۔ فتدبّر !

—— (۴) ——

چاریہ یا اچاریہ سنسکرت میں استاد کو کہتے ہیں لیکن رُوٹ کے معنی ہیں چل کر جانے کے قابل یعنی استاد۔ پس

ACHAR-YA = SAR سار۔ چلنا + یائے قابلیت۔ رُوٹ کے لحاظ سے اِس لفظ میں پڑھانے یا سکھانے کا مفہوم نہیں۔ اور یہ لفظ گھڑا گیا ہے۔ لیکن بہرحال اس لفظ میں استاد کا ادب و احترام پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ شخص جو اس قابل ہے کہ اس کے پاس چل کر جائیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے۔ قدیم ہندو معاشرے میں استاد مندروں یا پاٹھ شالاؤں وغیرہ میں مقیم ہوتے تھے اور شاگرد اُن کے پاس پڑھنے کے لئے جاتے تھے۔ آجکل کی ٹیوشن کا قاعدہ نہ تھا کہ استاد شاگرد کے گھر پر پڑھانے کے لئے جاتا ہے اور استاد کا ادب بھی کم رہ گیا ہے ؎

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

—— (۵) ——

STR سنسکرت کا روٹ ہے۔ جس کے معنی ہیں ڈھانکنا اور چُھپانا (ستر۔ ڈھانکنا، چُھپانا) اسی رُوٹ سے ہے۔ "اِستری" عورت یعنی پردہ دار ظاہر ہے کہ ہندو معاشرے میں عورت کا مفہوم پردہ داری پر مبنی ہے۔ اور یہ وہی لفظ ہے جو ہمارے ہاں "مستورات" ہے۔ ستیرۃ کے معنی عربی میں پاکدامن عورت کے ہیں۔ کیونکہ عورت کا پردہ دار ہونا پاکدامنی کی دلیل ہے۔ یہ لفظ نفسیاتی اور اخلاقی مفہوم پر مبنی ہے۔ لفظ استری ہندو معاشرے میں تعظیماً بولا جاتا ہے۔

—— (۶) ——

KANYA سنسکرت میں کنواری باحیا اور پردہ دار لڑکی کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ بھی عربی ہے۔

رقنیۃ - پردہ میں رکھی جانا (لڑکی)
اُقنی - لازم پکڑنا (حیا کو)
یہ لفظ بھی علم الاخلاق پر مبنی ہے لفظ استری کی طرح -

(۷)

U - G کے معنی سنسکرت میں چلانے والی ہے اور گائے پر اس لفظ کا اطلاق ہے - یہ عربی لفظ ہے :-
عج - اونچی آواز سے چلانا - ڈکارنا (بیل)
لفظ U - G میں U واو فاعلی ہے یعنی چلانے والی -
SULA سنسکرت میں نیزے کو کہتے ہیں - یہ لفظ بھی عربی ہے -
اسّل - تیز کرنا - نوکدار بنانا (نیزہ) اسلئے اسّل - نیزہ - SULA اسی حالت میں تو سنسکرت میں موجود ہے لیکن اس کا مصدر اسّل سنسکرت میں موجود نہیں اسلئے وجہ تسمیہ بھی سنسکرت میں اس لفظ سُولا کی موجود نہیں - اب اور سُنیئے :-
SULA - GA - Va - وہ گائے یا بیل جو سلاخ (یا نیزے) پر بھونا جائے -
SULA - Kri - سلاخ پر (گوشت) بھونا
ANU - STAR - ni - وہ گائے جو اسلئے ذبح کی جائے کہ مردہ کی لاش کے ہر عضو کو گائے کے بالمقابل عضو سے ڈھانپ دیا جائے - یعنی مردے کے سر کو گائے کے سر سے اور گردن کو گائے کی گردن سے وغیرہ -

ANU = عَن حرف بدل ہوا ہے } ڈھانپنے کے لئے گائے
STR = ستر - ڈھانپنا } کا مفہوم مقدر ہے -

(۸)

SEN-A - نیزہ مارنے والی یعنی فوج - سنّ - نیزہ مارنا -
سینا میں الف فاعلی ہے یعنی نیزہ مارنے والی -

کسی قوم کی زبان اور لُغت اُس قوم کے تمدن، معاشرت اخلاق و عادات کی بھی عکاس اور آئینہ دار ہوتی ہے - اُوپر کے الفاظ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ اس نقطۂ نظر سے بہت غور کے قابل ہیں اور قدیم آرین معاشرہ پر روشنی ڈالتے ہیں - بہ طریق ذیل :-

(ا) لفظ اچاریہ سے طریق تعلیم اور اُستاد کا ادب ظاہر ہے -
(ب) لفظ استری اور کنیا سے عورتوں اور لڑکیوں کا پردہ دار ہونا ظاہر ہے -
(ج) الفاظ SULA GA-Va اور SULA-Kri سے ظاہر ہے کہ گائے کے گوشت کو بھون کر کھایا جاتا تھا -
(د) لفظ ANU-STARI-ni سے گائے کی قربانی کا رواج ظاہر ہے
(ہ) لفظ سینا سے ظاہر ہے کہ آرین فوج کا خاص ہتھیار نیزہ تھا -

پس الفاظ مذکور قدیم آرین قوم کے معاشرے کی ایک تصویر پیش کرتے ہیں - بہ امتدادِ زمانہ وہ تصویر قائم نہ رہی اور بگڑ گئی ہے -

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت
رفت و منزل بہ دیگرے پرداخت

حُسنِ عمل

(نتیجۂ فکر محترم چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے)

روا نہیں یہ کبھی حُسنِ بندگی کے لئے
کہ دل کسی کے لئے ہو عمل کسی کے لئے

نہ بھول۔ جادۂ ہستی پہ یہ متاعِ حیات
کبھی خوشی کے لئے ہے کبھی غمی کے لئے

سحر کی ہے جو تمنّا جو تیرگی سے گزر
شبِ سیاہ ضروری ہے چاندنی کے لئے

سبق یہ دیتی ہے تاریخِ گردشِ عالم
سکُوں کا جام ہے اک موت۔ آدمی کے لئے

نیاز و ناز کی پاکیزگی۔ خلوص و وفا
یہی ہے زادِ سفر۔ دورِ اُخروی کے لئے

نجُوم و ماہ کے مالک تری عطا پہ نثار
کوئی چراغ ــ میری شامِ زندگی کے لئے

جہاد — اس کی فضیلت اور اسکے اقسام

(از محترم جناب شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ)

"جہاد" اسلام کا ایک اہم رکن اور بنیادی مسئلہ ہے اور بہت ہی ضروری فریضہ۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

اَلْجِهَادُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ
وَذِرْوَةُ سَنَامِهٖ"
(مسند احمد بن حنبلؒ)

کہ جہاد اسلام کا ستون ہے
اور جس طرح اونٹ کے کوہان کی
چوٹی اونچی اور بلند ہوتی ہے اسی
طرح جہاد کو اسلام میں ایک خاص
بلندی اور رفعت حاصل ہے۔

انسانیت کے شرف اور برتری اور مخلوقِ خدا کی بھلائی اور بہتری کے لئے اسلام نے جو وسیع، مفید، ضروری اور عظیم پروگرام تجویز کیا ہے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہت بڑی کوشش اور بڑی بھاری جدّوجہد اور زبردست جہاد کی ضرورت ہے۔

مختلف حالات اور مختلف اوقات میں جہاد کی مختلف صورتیں اور جدّوجہد کے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے رہے ہیں۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے آغاز سے ہی ان طریقوں کو اختیار کیا اور اپنے وصال تک مختلف حالات میں اسلام کی حفاظت، استحکام، برتری اور اُمّتِ مسلمہ کی تقویت کے لئے جہاد کی مختلف صورتیں اختیار فرماتے رہے اور اُمّتِ مسلمہ کو حالات کے مطابق ان طریقوں کے اختیار کرنے کی عملی تلقین فرمائی اور اُمّتِ مسلمہ نے حتّی المقدور ان طریقوں کو گزشتہ چودہ سو برس میں اپنایا۔

قرآن کریم نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی فضیلت اور اہمیت کے بارہ میں جو ارشادات فرمائے ہیں اُن کے پیشِ نظر ممکن ہی نہ تھا کہ اُمّتِ مسلمہ اس فریضہ سے غافل ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اور جس وقت بھی جہاں کوئی ضرورت پیش آئی جہاد کی مختلف صورتوں کو مختلف اوقات اور مختلف حالات میں اختیار کیا جاتا رہا۔

فضیلتِ جہاد کے سلسلہ میں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کی حقیقت پر بھی کچھ روشنی ڈالی

جائے۔ اور اس سلسلہ میں اُس غلط فہمی کا بھی ازالہ کیا جائے جو جماعت احمدیہ کے متعلق عام لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

کچھ عرصہ گزرا لائل پور سے شائع ہونے والے اخبار "المنبر" نے لکھا کہ جماعت احمدیہ جہاد کو منسوخ اور حرام سمجھتی ہے۔ (ستمبر ۱۹۶۵ء)

یہ ساری غلط فہمی محض اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ حقیقت جہاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جہاد کی مختلف صورتوں کو مدنظر نہ رکھا گیا اور ایک محدود صورت کو ہی جہاد سمجھ لیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے جہاد بمعنی مقاتلہ کی اُس محدود صورت کو منسوخ قرار دیا جو اسلامی تعلیم کی رُو سے اس وقت کے حالات میں قابلِ عمل نہ تھی۔ ورنہ جماعت احمدیہ نے کبھی بھی دائمی طور پر جہاد کو منسوخ اور حرام نہیں سمجھا۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور تاریخ اسلام کی ورق گردانی سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ جہاد کسی محدود اور تنگ مفہوم کا حامل نہیں اور نہ ہی کسی خاص صورت کا نام ہے بلکہ جہاد کے مفہوم میں بہت وسعت پائی جاتی ہے۔ مختلف اوقات میں حالات کے مطابق جہاد کی صورتیں بدلتی رہیں اور اُن پر عمل ہوتا رہا۔ کبھی جہاد کی کوئی صورت قابلِ عمل تھی اور کبھی کوئی۔

جہاد کے معنے جدوجہد اور انتہائی کوشش کے ہوتے ہیں۔ یہ جَھَدَ کا مصدر ہے۔ قرآن کریم میں جہاد کا مادہ ۲۹ مرتبہ کے قریب استعمال ہوا ہے۔ مجموعی طور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اصطلاحی طور پر اعلائے کلمۃ الحق، اسلام کی سربلندی، سرفرازی اور کامیابی کے لئے جدوجہد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ہر اُس فعل کا نام جہاد ہے جو نیکی اور تقویٰ کے قیام کے لئے کیا جائے۔ جہاد کبھی اصلاحِ نفس سے ہوتا ہے اور کبھی مال و دولت سے اور کبھی قربانیوں سے ہوتا ہے۔ کبھی تبلیغِ اسلام اور کبھی اشاعت قرآن کریم کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور کبھی دشمنوں کے مقابلہ پر تلوار کے ذریعہ ہوتا ہے۔

لغت کی مشہور کتاب مفردات راغب میں جو قرآن کریم کے معانی اور مطالب جاننے کیلئے لغت کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے لکھا ہے:۔

اَلْجِهَادُ وَالْمُجَاهَدَةُ
اِسْتِفْرَاغُ الْوُسْعِ فِیْ
مُدَافَعَةِ الْعَدُوِّ وَالْجِهَادُ
ثَلَاثَةُ اَضْرُبٍ۔ مُجَاهَدَةُ
الْعَدُوِّ الظَّاهِرِ وَمُجَاهَدَةُ
الشَّیْطَانِ وَمُجَاهَدَةُ
النَّفْسِ وَتَدْخُلُ ثَلَاثَتُهَا
فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَجَاهِدُوْا
فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۔ وَ
جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ

اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔
وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَاهِدُوْا اَهْوَاءَكُمْ كَمَا
تُجَاهِدُوْنَ اَعْدَاءَكُمْ وَ
الْمُجَاهَدَةُ تَكُوْنُ بِالْيَدِ
وَاللِّسَانِ۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاهِدُوا
الْكُفَّارَ بِاَيْدِيْكُمْ وَ
اَلْسِنَتِكُمْ۔

جہاد اور مجاہدہ دشمن کے ہٹانے اور مدافعت میں پوری کوشش کرنے کا نام ہے۔ جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہے جو اس کھلے دشمن سے کیا جائے جو مسلمانوں سے لڑائی کرے۔ دوسرا جہاد وہ ہے جو شیطان سے کیا جائے۔ تیسرا جہاد وہ ہے جو نفس سے کیا جائے۔ تینوں جہاد خدا تعالیٰ کے اس قول میں آجاتے ہیں: جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ پھر فرمایا وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

پھر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا جَاهِدُوْا اَهْوَاءَكُمْ كَمَا تُجَاهِدُوْنَ اَعْدَاءَكُمْ۔ اور کبھی یہ مجاہدہ ہاتھ سے ہوتا ہے اور کبھی زبان سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جَاهِدُوا الْكُفَّارَ بِاَيْدِيْكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ۔ کفار سے مقابلہ کرو اپنے ہاتھوں کے ذریعہ اور اپنی زبانوں سے۔"

اس لغوی تشریح کے بعد جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو اس سے بھی جہاد کا یہی مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں فرمایا:-

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ
بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا

"کافروں کی بات مت مانو اور کافروں کے خلاف قرآن کریم سے جہاد کرو۔"

یہ آیت جیسا کہ جملہ مفسرین نے لکھا ہے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور پھر ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی

مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس رہے۔ اس سارے عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار نہیں اُٹھائی۔ لیکن قرآن کریم کے ذریعہ جہادِ کبیر کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ آپؐ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ان مشکلات اور مصائب کو برداشت کرتے رہے اور تبلیغ و اشاعتِ قرآن کریم کے کام میں پوری جدّوجہد فرماتے رہے۔ مکہ میں آپؐ کا یہی جہاد تھا۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں تفسیر روح المعانی کے مصنف لکھتے ہیں:-

"أَيْ بِالْقُرْآنِ وَذٰلِكَ
بِتِلَاوَةِ مَا فِيهِ مِنَ الْبَرَاهِيْنِ
وَالْقَوَارِعِ وَالزَّوَاجِرِ
وَالْمَوَاعِظِ وَتَذْكِيْرِ أَحْوَالِ
الْأُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ فَإِنَّ
دَعْوَةَ كُلِّ الْعَالَمِيْنَ عَلَى
الْوَجْهِ الْمَذْكُوْرِ جِهَادٌ
كَبِيْرٌ۔"

یعنی قرآن مجید کے دلائل اور زواجر اور مواعظ کے بیان اور اُن اُمتوں کے احوال کی یاددہانی جنہوں نے انبیاء کو جھٹلایا اور دینِ حق کی مخالفت کی اور تباہ و برباد ہوئیں ان کا ذکر کرکے دنیا کو دعوتِ حق دینا ہی جہادِ کبیر ہے۔"

اگر جہاد کا صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا کہ تلوار سے کفار کا مقابلہ کیا جائے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو روزِ اوّل سے ہی حکمِ الٰہی کے مطابق جہاد کر رہے تھے اور تلوار بھی نہیں اٹھا رہے تھے بلکہ فریضۂ تبلیغ مصائب و مشکلات برداشت کرکے ادا کر رہے تھے اُن کے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ نعوذ باللہ آپؐ نے خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور فریضۂ جہاد سے غافل رہے اور تیرہ سال مکہ میں قیام کے ضائع چلے گئے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا اور تاریخ اسلام سے واقف شخص کب یہ گوارا کرسکتا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کی بات سُن سکے۔ پس حق بات یہی ہے کہ آپؐ نے جہاد کا جو مفہوم خدا کے سمجھانے سے سمجھا اُس کے مطابق روزِ اوّل سے ہی آپؐ جہاد میں مصروف ہوگئے اور مکہ کے قیام کے عرصہ میں جو تیرہ سال کا تھا لگاتار آپؐ قرآن کریم کے ذریعہ جہاد کرتے رہے اور اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے دعوتِ عامہ کے فریضہ کو تبلیغ اور اپنے اعلیٰ کردار سے انجام دیتے رہے۔ اور اصلاحِ خلق کے لئے پوری سعی اور جدّوجہد فرماتے رہے۔ اس عرصہ کی ساری جدّوجہد جہاد ہی تھا۔

مولٰنا ابوالکلام آزاد بھی آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں جہاد کا یہی مفہوم لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"اس میں جہادِ کبیر حق کی استقامت اور اس کی راہ میں تمام مصیبتیں اور مشکلیں جھیل لینے کا نام جہاد

ہے" (خلافت وجزیرہ عرب)

مولوی ظفر علی صاحب اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اس آیت میں جَاهِدْهُمْ
سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو وعظ و
نصیحت اور انہیں تبلیغ کرکے سمجھانا۔
امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں
یہی روشنی ڈالی ہے۔"

(اخبار زمیندار ۲۵ رجون ۱۹۳۱ء)

اسی طرح سورۃ عنکبوت جو مکی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ
لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ
عَنِ الْعَالَمِينَ (رکوع ۱)

جو لوگ بھی کفار کی ایذا رسانیوں
کو برداشت کرتے ہیں اور اسلام
پر صادق قدم رہ کر جہاد کرتے
ہیں اس کا فائدہ خود انکو پہنچے گا۔

پھر اسی سورۃ کے آخر میں فرمایا:۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ
إِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ

وہ لوگ جو ہمارے راستے میں
کوشش کرتے اور ہماری تلاش
میں لگے رہتے ہیں اور اس بات
کا انہیں شغف ہوتا ہے کہ ہم سے
اُن کی ملاقات اور وصال ہو جائے
آخر ہم اپنی محبت کی راہیں اُن
پر کھول دیتے ہیں۔"

یہاں تزکیۂ نفس اور اصلاحِ نفس اور روحانیت کے حصول کے لئے جدّوجہد کرنے کا نام جہاد رکھا گیا۔

اِن مکی آیات میں جو قتال اور جہاد بالسیف کے شروع ہونے سے پہلے کی ہیں اور جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ عمل کرتے رہے، یہ دراصل اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دُکھ اور مصائب برداشت کرنے اور قربانیاں کرنے اور نفس کی اصلاح کے لئے جدّوجہد اور اشاعتِ اسلام کے لئے تبلیغی ذرائع استعمال کرنے کا نام جہاد رکھا گیا ہے

قرآن کریم کے بعد جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو دیکھتے ہیں تو ان سے بھی واضح طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا مفہوم محض جہاد بالسیف تک محدود نہیں بلکہ اس میں وسعت پائی جاتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔

وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ
نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ۔

کہ مجاہد وہ ہے جو ہر وقت
اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے
نفس کو مصروف رکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں احکام ہیں۔ ان احکام کو خلوص سے قبول کرنا اور اُن کی فرمانبرداری کرنا

اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنا اور نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرتے رہنا، اس کے متعلق بھی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا آدمی بھی جہاد کرنے والا اور مجاہد ہے۔ اسی طرح ابوداؤد اور نسائی کی بیان کردہ اس حدیث سے جہاد کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے :-

جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ
وَاَلْسِنَتِكُمْ۔

مشرکوں کے خلاف جہاد کرو
اپنے مالوں سے، اپنی جانوں سے
اور اپنی زبانوں سے۔"

پس ہر وہ شخص جو باطل کے خلاف اور حق کی حمایت میں مال صرف کرتا ہے مجاہد ہے اور ہر وہ شخص جو زبان اور قلم باطل کے خلاف چلاتا ہے اور حق و راستی کی تبلیغ کرتا ہے مجاہد ہے۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام جنگ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو فرمایا :-

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ
اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔

کہ ہم دشمنوں کے مقابلہ سے
واپس آرہے ہیں۔ وہاں ہم جہادِ
اصغر (ایک چھوٹے جہاد) میں
مصروف تھے لیکن اب ہم جہادِ اکبر
کی طرف لوٹتے ہیں۔" مراد یہ ہے
کہ ہمیں مدینہ میں رہتے ہوئے
اپنے نفس کی اصلاح کے لئے
پوری کوشش کرنی چاہیئے۔

اس حدیث میں جہاد بالسیف کو جہادِ اصغر قرار دیا گیا ہے اور تربیتِ نفوس اور اُن کی روحانی اصلاح کو جہادِ اکبر قرار دیا گیا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے بے شک ایک قسم یہ بھی ہے کہ تلوار کے ساتھ جہاد کیا جائے۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا جہادِ اعظم ہے۔ فرمایا :-

اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِهَادِ
كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ
جَائِرٍ۔ (ابوداؤد و ترمذی)

یہ بہت بڑا جہاد ہے کہ ایک
ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑے
ہو کر انسان حق کی بات کہے۔"

حضور کی اس حدیث کی تشریح میں مولینا وحیدالزمان صدیقی نے لکھا ہے :-

" اشاعتِ علومِ دینیہ و قیامِ
مدارسِ دینیہ اور ہر وہ کام جو
اقامتِ دین کی غرض سے کیا جائے
وہ جہاد کی حقیقت میں شامل ہے۔"

احادیثِ نبویہ سے ظاہر ہے کہ جہاد روزِ اوّل

سے ہی جاری تھا۔ اور جب حضورؐ مکہ میں مقیم تھے تب بھی جہاد میں مصروف تھے۔ حضورؐ اس وقت تبلیغِ حق اور اصلاحِ نفس کا کام، صبر و استقامت سے اور مشکلات و مصائب کو لگاتار برداشت کرکے انجام دیتے رہے۔ اِن سب مساعی کو جہاد سے تعبیر کیا گیا۔ لیکن وہ تلوار کا جہاد نہیں تھا۔ مگر جب ہجرت کرکے آپؐ مدینہ آ گئے۔ مکہ کے ظالموں نے باوجود اس کے کہ تیرہ سال تک وہ مسلمانوں پر ظلم کرتے رہے کفار نے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں تکلیف دہ مصائب میں مبتلا کیا، مسلمان عورتوں کی بے عزتی کی اور اُن کی جائدادوں اور اُن کے اموال کو لُوٹ لیا اور اپنے گھروں میں آرام سے نہ رہنے دیا اور اُن کو وہاں سے نکال دیا۔ اور ہجرت کے بعد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو مکہ والوں نے مدینہ میں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا اور اِس بات کا تہیہ کر لیا کہ آپؐ کو مٹا دیا جائے، آپؐ کے قیامِ حق کے منصوبوں کو ملیا میٹ کر دیا جائے اور اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا جائے تب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں :-

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ
بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ
اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن
دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا
أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۚ

(سورۃ الحج)

اِن آیات میں مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دیتے ہوئے جہاد بالسیف کی تلقین کی گئی۔ مسلمانوں کو اور حضورؐ کو جہاد بالسیف کی اجازت تین وجہ سے دی گئی۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا مسلمانوں پر انتہاء درجہ کا ظلم کیا گیا اور انہیں قسم قسم کے مصائب کا نشانہ بنایا گیا۔ اُن کے حقوق کو پامال کیا گیا۔ اُن کو دین پر عمل کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔

دوسری وجہ یہ کہ اُن کو اُنکے اپنے گھروں میں بھی نہ رہنے دیا گیا اور گھروں سے بے گھر کیا گیا۔ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم آبائی وطنوں سے بے وطن کر دیا گیا اور بے بسی کی زندگی بسر کرنے کے لئے مجبور کر دیا گیا۔

تیسری وجہ یہ کہ محض اسلئے اُنہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ رَبُّنَا اللَّهُ ہمارا ربّ تو اللہ ہے۔ گویا وہ آزادی کے ساتھ خدا تعالیٰ کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ کے عقیدۂ توحید پر ایمان اور دینِ اسلام کے احکام کی تعمیل میں آزادی نہیں پاتے اور اُن میں روکیں ڈالی جاتی ہیں۔

چنانچہ اِن ہر سہ وجوہ کی بناء پر فرمایا کہ اب

تمہیں اجازت دی جاتی ہے کہ تم ان دشمنوں کا مقابلہ کرو جو تم سے خواہ مخواہ جنگ کرتے ہیں۔ اس ارشادِ ربّانی سے واضح ہے کہ جب ابتداء دشمن کی طرف سے ہو، مظلومیت کی حالت ہو، گھروں سے بے گھر کر دیا جائے، جائدادوں اور وطنوں کو چھین لیا جائے اور آزادیٔ ضمیر کو کچل دیا جائے اور ہجرت کے باوجود بھی امن کا سانس نہ لینے دیا جائے تو ایسی صورت میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ تلوار لے کر کھڑے ہو جائیں اور اپنی جان و مال اور حقوق کی حفاظت کریں۔ یہ جہاد بھی بہت بڑا جہاد ہے اور اپنے وقت میں اس کی بڑی اہمیت ہے اور اپنے وقت میں اگر جہاد بالسیف کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انسان جہنمی بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہاد کے متعلق سورۃ الحج کے آخر میں فرمایا:۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔

کہ خدا کی خاطر اس جہاد کو اچھی طرح عملی جامہ پہناؤ جو کہ اس کا حق ہے "

اس آیت میں تلوار کے ساتھ مقابلہ کا نام بھی جہاد رکھا گیا۔

لُغت، قرآن کریم اور احادیث کی اس وضاحت سے ثابت ہے کہ اسلامی جہاد کا مفہوم جیسا کہ بعض لوگوں نے محض قتال اور جہاد بالسیف کو ہی سمجھا ہے درست نہیں بلکہ اسلامی جہاد کا مفہوم بہت وسیع ہے اور کسی نہ کسی صورت میں اسلامی جہاد ہر وقت جاری رہتا ہے۔ بعض مخصوص قسمیں مخصوص شرائط کے ساتھ وابستہ ہیں جن میں سے ایک جہاد بالسیف کی قسم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کا جو مفہوم پیش کیا تھا وہ عین اسلامی اصطلاح، لغت اور قرآن و حدیث کے مطابق تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے علماء اور فہیم طبقہ نے بھی اس کو تسلیم کیا اور ان وسعتوں اور اقسام کو جہاد کا درست مفہوم قرار دیا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :۔

"جہاد کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنے صرف لڑنے کے ہیں۔ مخالفین اسلام بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوئے حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کرنا ہے۔ جہاد کے معنے کمال درجہ کی کوشش کرنے کے ہیں۔ قرآن و سُنّت کی اصطلاح میں کمال درجہ سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے جہاد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ سعی

زبان سے بھی ہے، مال سے بھی ہے، انفاقِ وقت و عمر سے بھی ہے، محنت اور تکلیف برداشت کرنے سے بھی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں لڑنے اور خون بہانے سے بھی ہے۔ دشمنوں کی فوج سے خاص وقت ہی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی کی ہر صبح و شام جہاد میں بسر کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی سے الگ کر دینے کے بعد بھی حقیقتِ جہاد باقی رہتی ہے۔"

(مسئلۂ خلافت صفحہ ۱۴۷-۱۴۸)

اسی طرح دوسرے علماء نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ تشریح کو تسلیم کیا۔ چنانچہ مولوی زاہد الحسینی کہتے ہیں:-

"امام الانبیاءؐ نے مجاہد کی مختلف قسمیں فرمائیں۔ فرمایا مَنْ جَاهَدَ بِسَيْفِهٖ فَهُوَ مُجَاهِدٌ وَ مَنْ جَاهَدَ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُجَاهِدٌ (اَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ) ہو سکتا ہے الفاظ میں ہیر پھیر ہو۔ مجھے الفاظ ٹھیک یاد نہیں مفہوم یہی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں جس نے اپنی تلوار کے ساتھ دینِ قیّم کی سربلندی کے لئے جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ جس نے اپنی زبان کے ساتھ جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ جس نے اپنی قلم کے ساتھ جہاد کیا وہ بھی مجاہد ہے۔ مجاہدوں کی مختلف قسمیں ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ آج کا دَور جس میں ہم جا رہے ہیں (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے قرب کا دَور۔ مرتب) یہ جہاد بالقلم کا[1] دَور ہے۔ آج قلم کا بڑا فتنہ پھیل گیا ہے۔ آجکل قلم سے جہاد کرنیوالا سب سے بڑا مجاہد ہے۔" (ماہنامہ خدام الدین لاہور یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء)

جہاد کے اِس وسیع مفہوم کو پیش کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اپنی مشہور تصنیف "سیرۃ النبیؐ" میں لکھتے ہیں:-

(الف) "جہاد کے معنے عموماً قتال اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے۔ لغت میں اسکے معنے محنت اور کوشش کے ہیں۔ اس کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنے بھی ہیں ..... یعنی حق کی بلندی اور اشاعت اور حفاظت کے لئے

---

[1] سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

ہر ایک قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا۔ ..... اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے پوری طرح تیار رہنا بھی جہاد ہے۔"

(ب) "افسوس ہے کہ مخالفوں نے اتنے اہم اور اتنے ضروری اور اتنے وسیع مفہوم کو جس کے بغیر دنیا میں کوئی تحریک نہ سرسبز ہوئی نہ ہو سکتی ہے صرف دین کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے تنگ میدان میں محصور کر دیا ہے۔"

(ج) "یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد اور قتال دونوں ہم معنے ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ ..... بلکہ دونوں میں عامُ خاص کی نسبت ہے۔ یعنی ہر جہاد قتال نہیں بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں کے ساتھ لڑنا ہے۔" (سیرۃ النبیؐ جلد ۵ مقتبس از صفحہ ۴۰۴ - ۴۰۷)

جناب سیّد ابوبکر صاحب غزنوی ایم اے نے لکھا ہے کہ :-

"یہ سمجھنا فاش غلطی ہے کہ جہاد کا مفہوم محض قتال یا لڑائی ہے۔

قرآن کریم نے یہ لفظ بڑے وسیع مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ جہاد کے لغوی معنے کوشش کرنا ہے اور شرعی اعتبار سے ہر وہ کوشش جو ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کی جگہ حق و صداقت کی راہ میں کی جائے جہاد سے تعبیر کی جاتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنی راہیں سجھا دیتے ہیں۔ شریعت کی بولی میں ہر وہ مصیبت اور تکلیف جو حق و صداقت کے لئے برداشت کیا جائے جہاد ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا یعنی کافروں کے خلاف سخت جہاد کرو۔

مفسّرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ فرقان مکّی ہے اور قتال کا حکم ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوا۔ پھر یہ کون سا جہاد ہے جس کا مکّی زندگی میں حکم دیا جا رہا ہے؟ یہ جہاد یقیناً اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تمام مشقتیں اور کلفتیں جھیل لینے کا جہاد تھا۔ پس وہ مصیبتیں اور کلفتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے ساتھیوں نے اللہ کی خاطر برداشت کیں خدا نہیں

جہادِ کبیر سے تعبیر کرتا ہے۔"

پھر لکھتے ہیں :-

" قرآن و سنت کی روشنی میں جہاد کے مفہوم کی وسعتیں ملاحظہ کیجئے۔ فرمایا جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ اپنے مال سے جہاد کرو اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ دوسری جگہ فرمایا لٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ لیکن رسول اکرمؐ نے اور جو اُن کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں سے جہاد کیا۔ پھر ابوداؤد، دارمی، نسائی کی اس حدیث کی روشنی میں بات اور بھی واضح ہوجاتی ہے۔ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ مشرکوں کے خلاف جہاد کرو اپنے مال سے اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔

"پس ہر وہ شخص جو باطل کے خلاف اور حق کی حمایت میں مال صرف کرتا ہے مجاہد ہے۔ اور ہر وہ شخص جس کی زبان اور قلم باطل کے خلاف نبرد آزما ہے مجاہد ہے۔"

(اخبار توحید ۲۴؍ستمبر ۱۹۶۵ء)

جہاد کی حقیقت کی وضاحت کے بعد اب اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس بات کا جواب دیا جائے کہ احمدیت فضیلتِ جہاد کی کیسے قائل ہوسکتی ہے جبکہ وہ جہاد کو ہی منسوخ سمجھتی ہے۔ چنانچہ اخبار المنبر لائل پور ۱۷؍ستمبر ۱۹۶۵ء کے پرچہ میں "قادیانی اُمّت اور جہاد" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ حضرت بانیٔ احمدیت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے متبعین تو جہاد کے منکر ہیں اور جہاد کے عقیدہ کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بہت بڑی غلط فہمی بلکہ احمدیت کے خلاف اتہام ہے۔

حضرت بانیٔ احمدیت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

وَلَسْتُ أَخَافُ مِنْ مَوْتِيْ وَقَتْلِيْ
إِذَا مَا كَانَ مَوْتِيْ فِي الْجِهَادِ

"مَیں موت اور قتل سے نہیں ڈرتا جب کہ جہاد میں میری موت ہو اور مجھے قتل کیا جائے۔" (تحفہ بغداد)

پس جس شخص کا یہ ایمان اور عقیدہ ہو کہ مَیں جہاد میں مرنے کے لئے اور قتل ہونے اور شہید ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں کیا اس کے متعلق یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ جہاد کو منسوخ کرنے والا ہو۔

آپؑ قرآن مجید کے احکام کو قیامت تک کے لئے قابلِ عمل سمجھتے بلکہ انہیں پھر سے صحیح صورت

میں قائم کرنے کے لئے آئے تھے آپؑ کس طرح پر
جہاد کے ایک اہم حکم کو منسوخ کر سکتے تھے؟ آپؑ
فرماتے ہیں :-

"تم ہوشیار رہو اور خدا کی
تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے
برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔
میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص
قرآن کے سات سَو حکم میں سے
ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا
ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے
ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۶)

پھر آپؑ نے فرمایا :-

"اس بات پر میں محکم ایمان رکھتا
ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے
بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو
یا پرانا مستقل شریعت والا نبی۔
اور قرآن شریف کا ایک شوشہ
یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔"

(نشانِ آسمانی)

جس شخص کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ قرآن کے ہر حکم پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کا ایک نقطہ اور شوشہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا کیا اُس کے متعلق یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس نے جہاد جیسے ایک اہم رکن اور ایک ضروری فریضہ کو منسوخ کر دیا ہوگا؟ حضورؑ فرماتے ہیں :-

"میری گردن اس جوئے کے نیچے
ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا
ہے اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ
یا شوشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے"

(اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

اصل بات یہ ہے کہ جہاد بالسیف کو آپؑ نے عارضی طور پر ملتوی کیا اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو یَضَعُ الْحَرْبَ (بخاری) وہ جنگ و جدال اور دینی اغراض کے لئے قتال کو ملتوی کر دے گا۔ اگر آپؑ وقتی اور عارضی طور پر اسے ملتوی نہ کرتے تو حدیث کی مخالفت ہوتی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہوتی۔ اور پھر دنیا میں یہ شور مچایا جاتا کہ یہ کس قسم کا مسیح موعود ہے کہ جو اشاعت اسلام اور قرآن کے احیاء کے لئے آیا ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی یہ نشانی اور علامت بتائی تھی کہ وہ اپنے وقت پر آکر جنگ و جدال اور قتال کو ملتوی کر دے گا۔ اس نے قتال کو ملتوی نہیں کیا اس لئے یہ سچا مسیح موعود نہیں ہے

جنگ، جہاد بالسیف، جیسا کہ عرض کیا گیا خصوصی حالات اور خصوصی شرائط کے ساتھ

ہوتی ہے۔ جب حالات بدل جاتے ہیں تو پھر دوسرے احکام جاری ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

"فَرُفِعَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ بِرَفْعِ أَسْبَابِهَا فِي هٰذِهِ الْأَيَّامِ"

یعنی جہاد بالسیف اسلئے اب جائز نہیں کہ اس زمانہ اور اس ملک ہندوستان میں اس کی شرائط و اسباب معدوم ہیں۔"

پھر آپؑ نے فرمایا:۔

"وَأُمِرْنَا اور ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے أَنْ نُعِدَّ لِلْكَافِرِينَ كَمَا يُعِدُّونَ لَنَا جس طرح کافر ہمارے متعلق تیاریاں کریں ہم بھی ویسی ہی تیاری رکھیں۔ وَلَا نَرْفَعَ الْحُسَامَ قَبْلَ أَنْ نُقْتَلَ بِالْحُسَامِ اور ہم اس وقت تک تلوار کو نہ اُٹھائیں جب تک کہ تلوار سے ہمیں قتل نہ کیا جائے۔"

(حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۹)

اگر دشمن تلوار اُٹھائے پھر آپ کا بھی فرض ہے کہ تلوار اُٹھائیں۔

پھر آپؑ نے لکھا:۔

"وَلَا شَكَّ أَنَّ وُجُوهَ الْجِهَادِ مَعْدُومَةٌ فِي هٰذَا الزَّمَنِ وَهٰذِهِ الْبِلَادِ۔

اور اس میں شک نہیں کہ جہاد (یعنی بالسیف) کی وجوہ یا شرائط اس زمانہ اور ان علاقوں میں معدوم ہیں۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۲)

اُمت محمدیہ کے دیگر علماء اور اکابرین نے بھی اُس وقت کے حالات کے پیش نظر جہاد بالسیف کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔ چنانچہ:۔

(۱) مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب ترجمان وہابیہ کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں:۔

"جہاد بغیر شرائط شرعیہ کے اور بغیر وجود امام کے ہرگز جائز نہیں۔"

(۲) سردار اہلحدیث مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا:۔

"ایک بڑی بھاری شرط جہاد کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں امام و خلیفہ وقت موجود ہو۔۔۔۔ مسلمانوں میں ایسی جمعیت حاصل و جماعت موجود ہو جس میں اُن کو کسر شوکت اسلام کا خوف نہ ہو فتح اسلام کا ظن غالب ہو۔" (الاقتصاد فی مسائل الجہاد)

پھر مولوی صاحب نے لکھا :-

"اس زمانہ میں شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتحیاب ہونے کی امید کر سکیں۔"

(الاقتصاد صفحہ ۴۲)

(۳) مولوی ظفر علی خاں صاحب نے لکھا :-

"اسلام نے جب کبھی جہاد کی اجازت دی ہے مخصوص حالات میں دی ہے۔ جہاد ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے اس کے لئے امارت شرط ہے۔ اسلامی حکومت کا نظام شرط ہے۔ دشمنوں کی پیشقدمی اور ابتداء شرط ہے۔"

(اخبار زمیندار ۱۴ر جون ۱۹۲۶ء)

پس حضرت بانی احمدیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد بالسیف کو ممنوع نہیں قرار دیا تھا بلکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق اسے ملتوی قرار دیا تھا۔ کیونکہ جہاد کی جو ضروری شرائط ہیں وہ اُس وقت نہ پائی جاتی تھیں جس کا اقرار دوسرے علماء کو بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

"اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت میں رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ میں جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۃ الاسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔ آنحضرتؐ کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ دوسری صورت دنیا میں ظاہر نہ کردے۔" (مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ ۲۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "جب تک کہ خدا تعالیٰ دوسری صورت دنیا میں ظاہر کردے" اور آپؑ کا یہ شعر ؎

فرما چکا ہے سید کونین مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردیگا التوا

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶ بحوالہ درثمین)

صاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپؑ کا فتویٰ ممانعت جہاد بالسیف وقتی تھا اور صرف اُس وقت تک کے لئے تھا جب تک کہ تلوار کے جہاد کی شرائط نہ پائی جائیں۔ مستقل طور پر منسوخ کرنے کے معنوں میں یہ فتویٰ نہیں بلکہ عارضی التواء کے رنگ میں ہے۔

حضرت بانیٔ احمدیت علیہ السلام پادری عماد الدین کے مسئلہ جہاد پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اس نکتہ چین نے جو جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ

قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر انگیخت کرتا ہے۔ سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں۔ قرآن شریف صرف اُن لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا کے بندوں کو اُس پر ایمان لانے سے اور اُس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور اس بات سے کہ وہ خدا کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور وہ اُن لوگوں سے لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو اُن کے گھروں سے اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دینِ اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے وَ وَجَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُّحَارِبُوْهُمْ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا۔ اور مومنوں پر واجب ہے کہ اُن سے لڑیں اگر وہ باز نہ آئیں۔" (نور الحق صـ۴۵)

حضرت بانیٔ احمدیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک جب تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی شرط پائی جائے اُس وقت مومنوں پر تلوار کے ساتھ جہاد فرض ہوگا۔ یہی وہ صحیح مسلک ہے جس سے اسلام جیسے مقدس دین اور پاک و برتر مذہب پر کسی قسم کا الزام نہیں آتا۔

اسلام نے جہاد بالسیف کو شرائط کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔ پس جہاں بھی اور جب بھی اس کی شرائط پائی جائیں گی وہاں تلوار کے ساتھ جہاد واجب ہوگا اور جہاں شرائط معدوم ہونگی وہاں ملتوی ہوگا۔ حضرت بانیٔ احمدیت علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ جہاد بالسیف کی شرائط نہیں پائی جاتی تھیں اسلئے آپ نے اس کی ممانعت کا اُس وقت فتویٰ دیا۔ اُس وقت کے جید علماء اور معروف اکابرین نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ سردار اہلحدیث کا یہ فتویٰ ممانعتِ جہاد کا تو مشہور ہی ہے کہ "بھائیو! اب سیف کا وقت نہیں رہا اب تو بجائے سیف قلم ہی سے کام لینا ضروری ہوگیا ہے۔" (اشاعة السنة جلد ۶ صـ۲۶۵)

حضرت بانیٔ احمدیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تعلیم محض اسلام کی خاطر اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پیشِ نظر اور اشاعتِ اسلام کے باعث تھی۔ لیکن جب حالات بدل گئے، ہندوستان سے انگریز چلے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم ہوگئی اور ملک دو مستقل حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ ہندوستان اور پاکستان کے قیام سے

حالات نے غیر معمولی پلٹا کھایا جس کے باعث مشرقی پنجاب میں بالخصوص اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں بالعموم غیر مسلموں نے ایک منظم منصوبہ سے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ مسلمانوں کو بے وطن کیا۔ اُن کی جائدادیں اور اموال لُوٹے اور ظالمانہ طور پر اُس کو غصب کیا۔ اُن کی عزتوں پر حملے کئے۔ مسلمان عورتوں سے انتہائی درجہ کی بدسلوکی کی گئی اور مسلمانوں، اسلام اور ان کے قیمتی متاع کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی اور عملی طور پر اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ کشمیر کے مسلمانوں پر ظلم کیا گیا۔

اس موقعہ پر حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ستمبر ۱۹۴۷ء میں جماعت کی ایک مجلس شوریٰ بلائی اور تمام نمائندگان کے سامنے ایک ضروری اور تاریخی اعلان کیا۔ حضور نے فرمایا :-

> "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تلوار کے جہاد کے التواء کا اعلان حسب ارشاد نبوی یَضَعُ الْحَرْبَ کیا تھا اب اُس التواء کا زمانہ ختم ہو رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کے افراد کو چاہیئے کہ وہ تلوار کے جہاد کے لئے تیاری کریں تاکہ جب وقت جہاد آئے تو سب اس میں شمولیت کے قابل ہوں۔"

پھر اس اعلان کے بعد حضرت خلیفۃ ثانی رضی اللہ عنہ نے **"فرقان بٹالین"** تیار کی اور کشمیر کے جہاد میں مسلمانوں کی حفاظت اور امداد کے لئے احمدی نوجوانوں کی اس بٹالین کو بھجوایا گیا۔ اس بٹالین کے جانباز جوانوں نے **جہاد بالسیف** میں شامل ہو کر شاندار کارنامے انجام دیئے۔ اس بٹالین کے جیالے مجاہدوں کو غیر از جماعت حلقوں کی طرف سے بھی خراج تحسین پیش کیا گیا۔

پھر سنہ ۱۹۵۰ء میں جب ہندوستان کی طرف سے پاکستان کو خطرہ لاحق ہوا تو جماعت کی مجلس شوریٰ میں حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ نے تمام جماعت کے نمائندوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے ۹ راپریل کو فرمایا :-

> "میں واضح الفاظ میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ غیر قوم ہم پر حاکم تھی اور وہ غیر قوم امن پسند تھی۔ مذہبی معاملات میں کسی قسم کا دخل نہیں دیتی تھی۔ اُس کے متعلق جن امور کو اسلام نے ایمان کا اہم ترین حصہ قرار دیا ہے اُس کے متعلق شریعت کا حکم یہی تھا کہ اُس کے ساتھ جہاد جائز

نہیں چنانچہ دوسرے مسلمانوں کا بھی یہی فتویٰ تھا لیکن اب پہلا زمانہ گیا اور وہ زمانہ آگیا ہے جس کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صادق آتی ہے مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ وَعِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ جو شخص اپنے مال اور اپنی عزت کے بچاؤ کے لئے مارا جاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ بلکہ صرف مال اور عزت کا ہی سوال نہیں (حضورؓ فرماتے ہیں) حالات اس قسم کے ہیں اگر کوئی خرابی پیدا ہوئی اور لڑائی پر نوبت پہنچ گئی تو وہ تباہی جو مشرقی پنجاب میں آئی تھی شاید اب وہ ایران کی سرحدوں تک بلکہ اس سے آگے بھی نکل جائے پس اب حالات بالکل مختلف ہیں۔ اب اگر پاکستان سے کسی ملک کی لڑائی ہوگئی تو حکومت کے ساتھ ہو کر ہمیں لڑنا پڑے گا۔ اور حکومت کی تائید میں ہمیں جنگ کرنی پڑے گی۔ (حضورؓ نے فرمایا) جیسے نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح دین کی خاطر ضرورت پیش آنے پر لڑائی کرنا بھی فرض ہے۔ یہ کہنا کہ دین کی خاطر جہاد نہیں بالکل لغو بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پاکستان خطرہ میں پڑا تو لڑنے کے لئے فرشتے آئیں گے؟ جب تک تم فوجی فنون نہیں سیکھو گے اُس وقت تک تم ملک کی حفاظت کس طرح کر سکو گے؟

تمہیں یہ امر اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ جن امور کو اسلام نے ایمان کا اہم ترین حصّہ قرار دیا ہے اُن میں سے ایک جہاد بھی ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ جو شخص جہاد کے موقع پر پیٹھ دکھاتا ہے وہ جہنمی ہو جاتا ہے۔"

آخر میں فرمایا:۔

"جب کبھی جہاد کا موقع آسکے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ وَعِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ کے مطابق ہمیں اپنے اموال اور عزتوں کی حفاظت کے لئے قربانی کرنی پڑے تو ہم اس میں بھی اُن سب سے بہتر نمونہ دکھانے والے ہوں۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۴)

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ ثانی رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کے بعد جماعت احمدیہ کا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ جونہی جہاد بالسیف کی شرائط پائی جائیں جہاد بالسیف واجب ہو جاتا ہے + (باقی آئندہ)

ضروری اعلان

براہ کرم خریدار اصحاب اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر یا چیک ارسال فرمایا کریں۔ وی پی کرنے کی نوبت نہ آنی چاہیے

(مینجر)

قسط ۱

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مجاہدانہ کارنامے

(محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

تاریخ اسلام میں ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفتاب عالمتاب کے طلوع کرنے کے بعد سب سے اہم واقعہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا واقعہ ہے جو آسمانی نوشتوں کے عین مطابق ٹھیک تیرھویں صدی ہجری کے آخری سال (۱۸۸۲ء) میں رونما ہوا جس نے مذہبی دنیا کا نقشہ ہی پلٹ کر رکھ دیا۔ وَكُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام نے (جن کا مقدس نام بانی جماعت احمدیہ کی حیثیت سے مشہور عالم ہے) بیشمار شاندار اور ناقابل فراموش مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے جو قیامت تک سنہری حروف کے ساتھ لکھے جائیں گے بطور نمونہ ذیل میں آپ کے کارہائے نمایاں میں سے چند کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۱۔ انقلاب آفریں پیغام

بقول علامہ الطاف حسین خان حالی انیسویں صدی کے مسلمان جس قدر علم میں ترقی کرتے تھے اسی قدر اپنی قوم کے عروج سے ناامید ہوتے جاتے تھے (مقالات حالی ص۲) اس قیامت خیز دور میں حضرت امام مہدیؑ نے دعویٰ کیا کہ

"نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے" (کتاب پیغام صلح) نیز مسلمانانِ عالم کو یہ رُوح پرور پیغام دیا کہ "اس وقت اصحاب الفیل کی شکل میں اسلام پر حملہ کیا گیا ہے مسلمانوں میں بہت کمزوریاں ہیں اسلام غریب ہے اور اصحاب فیل زور میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ وہی نمونہ پھر دکھانا چاہتا ہے۔ چڑیوں سے وہی کام لے گا" (ملفوظات جلد اول ص۱۲۳)

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھاتے کے دن

۲۔ مغربیت کے خلاف اعلان جنگ

آپ پوری عمر یورپ کی مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف برسرپیکار رہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"کیا پہلے زمانے میں جب قوم بنی تھی وہ یورپ کے اتباع سے بنی تھی؟ کیا مغربی قوموں کے نقش قدم پر چل کر انہوں نے ساری ترقیاں کی تھیں؟ ... جو لوگ اسلام کی بہتری اور زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں"
(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۵۶-۱۵۷)

۳۔ تبلیغی جہاد کے لئے زبردست مہم

یہ حقیقت ہے کہ اگر ہندوستان کے مسلمان بادشاہ تبلیغِ اسلام کی طرف پوری توجہ دیتے تو اس برصغیر میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے اور انگریزی حکومت کے تصرف سے آزادی کے بعد یہ پورا ملک پاکستان ہوتا۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے مسلمانوں کو انکے گم گشتہ ورق کی طرف پوری قوت سے توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا "ہمارے نزدیک ہندوستان دار الحرب ہے بلحاظ قلم کے ... ہمارے نزدیک ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس جنگ میں شریک ہو جاوے" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۱۷) علامہ نیاز فتحپوری حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے قلمی و علمی جہاد کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "اسلام کو مردِ بیمار سمجھ کر چاروں طرف سے اس پر حملے ہونے لگے اور اس کی کس مپرسی انتہا کو پہنچ گئی۔ یہی وہ وقت تھا اور یہی وہ فضا تھی ہندوستان کی جب ایک مردِ عمل سرزمینِ قادیان سے اُٹھا اور اس نے تن تنہا تمام مخالف طوفان کا مردانہ وار مقابلہ کرکے دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کا روشن کیا چراغ مدھم تو ہو سکتا ہے لیکن اسے بجھایا نہیں جا سکتا۔" (ملاحظات نیاز فتحپوری صفحہ ۱۲) نیز لکھتے ہیں:۔ "قادیان سے ایک مردِ غیب اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنی تحریروں، تقریروں اور انتھک کوششوں سے ... مخالفینِ اسلام کے ہفوات کا جواب دیا۔" (ایضاً صفحہ ۱۰۱)

افسوس علماء ظواہر اس آواز پر لبیک کہنے کی بجائے کانگرس کی نام نہاد "تحریک آزادی" کے علمبردار بنے رہے مگر انگریز کے رخصت ہونے کے بعد اب اس مسلم کش پالیسی کے خوفناک نتائج ظاہر ہو رہے ہیں حتیٰ کہ ہندوستان کے متعصب اور کٹر کانگرسی علماء بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ انگریزی دورِ حکومت میں تبلیغِ اسلام کے اصل فریضہ کو یکسر فراموش کرکے ہم نے سخت بے بصیرتی اور نادانی کا مظاہرہ کیا ہے جس کا خمیازہ ہندوستان اور پاکستان کے کروڑوں مسلمان آج تک بھگت رہے ہیں۔ چنانچہ تین برس قبل جمعیۃ علماء دہلی کے مشہور کانگرسی ترجمان الجمعیۃ نے ۱۲ جون ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"پچھلی سو سالہ تاریخ میں قومی جدوجہد کا رُخ سب سے زیادہ انگریزی حکومت کو ختم کرنے پر مرکوز رہا حالانکہ اس سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ انگریزی حکومت کی موجودگی کی وجہ سے مذہب کی تبلیغ و توسیع کی جو آزادی حاصل ہے اسے بھرپور استعمال کیا جائے۔ انگریز کو ہٹانے کا مطلب مستقبل کے لحاظ سے ہمارے لئے صرف یہ تھا کہ بدیشی راج کی جگہ اس سے شدید تر اکثریتی راج کو اپنے اوپر مسلط کرنا ــــ اسکے برعکس اگر انگریز کے زیرِ سایہ تبلیغ و توسیع کی مہم چلانے کے امکان کو بھرپور استعمال کیا گیا ہوتا تو سو سالہ جدوجہد کے بعد عین ممکن تھا کہ انگریز اس حال میں رخصت ہو کہ اس کے بعد فیصلہ کا امر خود جمہوری معیاروں کے مطابق ہمارے ہاتھ میں آ چکا ہو۔ ہماری حالیہ تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے درمیان کوئی ایسی جدوجہد ابھر نہ سکی جو مستقبل کو سمجھ کر شروع کی گئی ہو۔ زمانہ کے حالات اور مستقبل کے رُخ کو سمجھے بغیر ہم

اندھا دھند قربانی دیتے رہے... مگر قربانی کی کوئی بھی مقدار دانشمندی کا بدل نہیں بن سکتی۔ قربانیوں کو مستقبل کے اعتبار سے مفید بننے کے لئے دانشمندی کی ضرورت تھی اور جب ہم دانشمندی کا ثبوت نہ دے سکے تو ہم ان نتائج کے وارث نہیں بن سکتے تھے جو صرف دانش اور بصیرت والوں ہی کے حصے میں آتے ہیں۔" (الجمعیۃ دہلی ۱۳ر جون ۱۹۶۹ء صلا بحوالہ بدر ۳ر جولائی ۱۹۶۹ء صلا)

حضرت امام مہدیؑ نے کیا سچ فرمایا تھا ؎

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم

۴۔ یورپ کی روحانی فتح کیلئے مبلغین بھجوانے کی تحریک

حضرت امام مہدی علیہ السلام نے جہاں برصغیر کو مسلمان کرنے کی مہم جاری فرمائی وہاں ۱۸۹۲ء میں یورپ کی روحانی فتح کیلئے مبلغین اسلام بھجوانے کی تحریک فرمائی اور عامۃ المسلمین اور اپنے مخالف علماء کو ہدایت فرمائی کہ وہ آپس میں الجھنے اور ہنگامۂ تکفیر سے اپنی صلاحیتوں کو تباہ کرنے کے بجائے خود برطانوی ملک کی طرف تبلیغِ اسلام کا پرچم لئے ہوئے نکل کھڑے ہوں اور مسلمانوں کو کافر بنانے کی بجائے کافروں کو مسلمان بنائیں۔ چنانچہ حضورؑ نے فرمایا :-

"قوموا لاشاعة القرآن و سيروا فی البلدان ولاتصبوا الی الاوطان و فی البلاد الانكليزية قلوبٌ ينتظرون اعانتكم" (نور الحق حصہ دوم صفحہ ۵)

یعنی قرآن کے شائع کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور شہروں میں پھرو اور اپنے ملکوں کی طرف ہی مت مائل رہو۔ انگریزی علاقوں میں ایسے دل ہیں جو تمہاری مدد کے لئے انتظار کر رہے ہیں"

شیخ محمد اکرام صاحب "موجِ کوثر" میں لکھتے ہیں :-

"اب روز بروز برصغیر پاک و ہند کے مسلمان بھی اس خیال کے پابند ہوتے جاتے ہیں کہ اسلامی دنیا کی مصلحت اس میں نہیں کہ پاک و ہند کے مسلمان ترکی یا مصر یا کسی اور مختصر سے اسلامی ملک کے تابع مہمل بنے رہیں بلکہ اسلامی مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ علمی اور تبلیغی بلکہ اقتصادی اور تمدنی امور میں بھی پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان دنیائے اسلام یا کم از کم اسلامی ایشیا کی رہنمائی کریں یہ خیال قوم کے مطمح نظر کو بلند کرکے ایک نئی روحانی زندگی کا باعث ہوگا لیکن اس کے ایک حصہ کی عملی تشکیل سب سے پہلے احمدیوں نے کی"

پھر فرماتے ہیں :- "اگرچہ جو کام ابھی تک انہوں نے کیا ہے وہ ایک کامیاب ابتدا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا لیکن انہوں نے مسلمانوں کے سامنے ایک نیا راستہ کھول دیا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے مذہب کی بڑی خدمت کرسکتے ہیں" ؎

(باقی آئندہ)

مکتبہ الفرقان سے طلب فرمائیں

(۱) تحدیثِ نعمت - محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی سرگزشت — اعلیٰ کاغذ مجلد — ۲۰/-

(۲) "میری والدہ" - از قلم محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب — ۱/۵۰

(۳) تفہیماتِ ربانیہ - مخالفین کے جملہ اعتراضات کے جواب از قلم ابوالعطاء - اعلیٰ کاغذ — ۱۲/-

(۴) مناظرہ مہت پور - شیعہ صاحبان سے چار مضمونوں پر مشہور تحریری مناظرہ — ۲/-

(۵) تحریری مناظرہ - پادری عبدالحق صاحب سے الوہیتِ مسیح پر تحریری مناظرہ — ۱/۵۰

(۶) کلمۃ الحق - جلالپور جٹاں میں شیعوں سے خلافتِ راشدہ پر تحریری مناظرہ — -/۷۵

(۷) مباحثہ مصر - مصر کے عیسائی پادریوں سے شاندار مناظرہ — اردو -/۷۵ — انگریزی ۱/۲۵

(۸) بہائی شریعت پر تبصرہ - بہائیوں کی مخفی شریعت مع ترجمہ و تبصرہ — ۱/۵۰

(۹) القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین - مودودی صاحب کے رسالہ کا لاجواب مفصل جواب — ۲/-

(۱۰) نبراس المؤمنین - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سَو احادیث ترجمہ و تشریح کے ساتھ — -/۵۰

(۱۱) کلمۃ الیقین - ختمِ نبوت کی مختصر صحیح تشریح — -/۱۲

(۱۲) ماہنامہ الفرقان کے سالانہ نمبر (۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۱ء علیحدہ علیحدہ سال کے) فی سال — ۹/-

اسکے علاوہ ادارۃ المصنفین کی کتب بھی آپ مکتبہ الفرقان ربوہ کے ذریعہ طلب فرماسکتے ہیں۔ مثلاً:۔

(الف) تفسیر صغیر - سیدنا حضرت مصلح موعود رضی کا قرآن مجید کا اردو ترجمہ و مختصر تفسیر — ۲۰/-

(ب) تفسیر سورہ فاتحہ - بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام — ۱۰/-

(ج) تفسیر سورہ بقرہ - " " " — ۱۰/-

(د) تفسیر سورۂ آل عمران و سورۂ نساء " " " — ۱۰/-

(ھ) تاریخِ احمدیت - تازہ جلد ۱۱ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد — ۱۰/۵۰

(نوٹ:- گزشتہ مجلدات بھی طلب فرماسکتے ہیں)

علاوہ ازیں قرآن مجید معرا و مترجم اردو مترجم انگریزی بھی مل سکتے ہیں۔!

نیز ربوہ سے شائع ہونے والی ہر کتاب مکتبہ الفرقان ربوہ کے ذریعہ طلب فرماسکتے ہیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔

مینیجر مکتبہ الفرقان ربوہ

ماہنامہ الفرقان کے متعلق دو بہترین آراء

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اسکی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے"

حضرت قمر الانبیاء میرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ارشاد:۔

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اسکی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو"

رسالہ کا سالانہ چندہ سات روپے ہے

مینیجر الفرقان ربوہ

شیعہ صاحبان اور جماعت احمدیہ کے مابین

تحریری مناظرہ بہت پور

مضامین مناظرہ

(۱) صداقت دعوئ حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ۔
(۲) متعۃ النساء (شیعہ)
(۳) ختم نبوت کی حقیقت
(۴) تعزیہ (شیعہ)

ملنے کا پتہ: مکتبہ الفرقان ربوہ
قیمت: دو روپے علاوہ محصولڈاک

PIA

پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز نے ربوہ کے لوگوں کو اب ہوائی سفر کی سہولتیں دینے کے لئے ربوہ میں اپنی ایجنسی قائم کر دی ہے۔ احبابِ جماعت اسٹیٹ بنک کی اجازت ویزا اندرون و بیرونِ ملک سفر کے لئے پی آئی اے کے ٹکٹ اور دیگر سفری سہولیات ہم سے حاصل کریں۔ فون کے ذریعہ اور خط کے ذریعہ بھی ہر قسم کی سہولتیں مہیا کی جا سکتی ہیں۔

ملک عبدالحفیظ
مینیجر احمد برادرز جی ایس اے پی آئی اے ربوہ۔ فون ۵۵۵

ہر قسم کا سامانِ سائنس
واجبی نرخوں پر خریدنے کے لئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ لاہور

کو

یاد رکھیں

ایک دواخانہ

جسے

خود حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے ۱۹۱۱ء میں اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے چند شاگردوں کے لئے جاری کیا

اس دواخانہ کے ایک کرن

"حکیم نظام جان اینڈ سنز"

کی شکل میں مسلسل ساٹھ برس سے خدمتِ انسانیت میں بہتر سے بہتر طور پر مصروفِ عمل ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے شاگرد والدِ مکرم حکیم نظام جان صاحب اس دواخانہ کی سرپرستی فرماتے ہیں —!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی دکھی مخلوق کی بہتر خدمت کی ہمیں توفیق بخشتے رہیں۔

میسرز حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ و ربوہ

الفضل
روزنامہ ربوہ

الفضل ہمارا آپ کا اور سب کا اخبار ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے روح پرور خطبات، علمائے سلسلہ کے اہم مضامین، بیرونی ملکوں میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شائع ہوتی ہیں۔

آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی مطالعہ کے لئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فرض ہے۔

(مینجر)

اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار

ماہنامہ تحریک جدید ربوہ

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں

اور

غیر از جماعت دوستوں کو پڑھائیں

چندہ سالانہ صرف دو روپے

(مینجنگ ایڈیٹر)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے بہت مفید

خارش، پانی بہنا، بھینی، ناخنہ، ضعف بصارت

وغیرہ امراضِ چشم کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ متعدد

جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر جو عرصہ ساٹھ سال

سے استعمال میں ہے۔

خشک و تر فی شیشی :۔ سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ

پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد

جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،

ان تمام امراض کا بہترین علاج ہے۔

قیمت :۔ پندرہ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ

گول بازار ربوہ - فون نمبر ۳۸

(طابع و ناشر:۔ ابوالعطاء جالندھری ۔ مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

مسجد اقصیٰ ربوہ

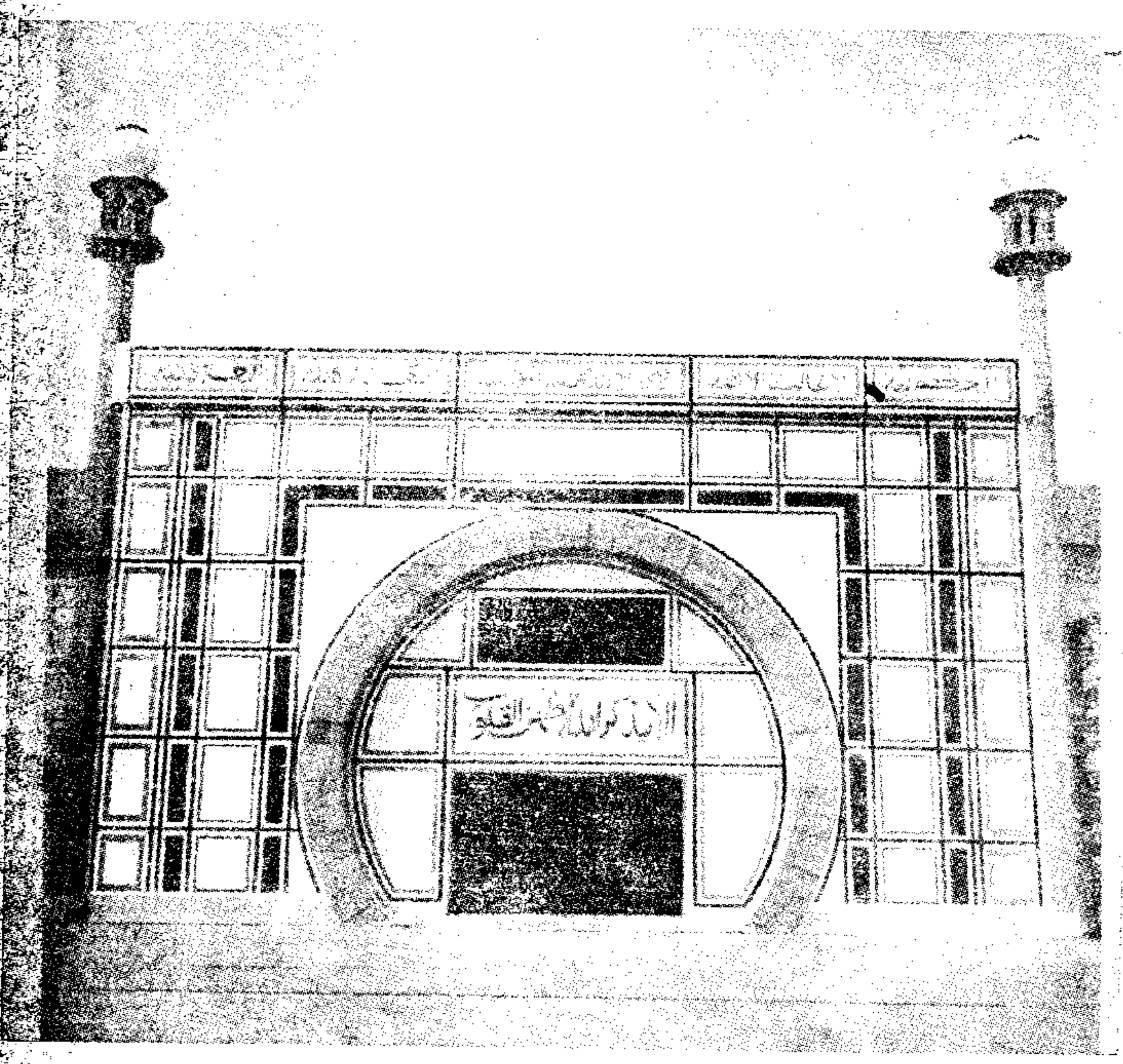

ربوہ میں یہ عالیشان مسجد پندرہ لاکھ روپے کے خرچ سے مکمل ہوئی ہے۔ یہ کل رقم ایک احمدی دوست نے دی ہے جو اپنے نام کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔
۳۱ مارچ ۱۹۷۲ بروز جمعہ اس مسجد کا افتتاح ہؤا۔